عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

جلد: ۳۴ | ۲۸ر رمضان تا ۴ر شوال ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶ تا ۲۱ر جولائی ۲۰۱۵ء | شمارہ: ۲۷/۲۸

صدقۂ فطر کے مسائل

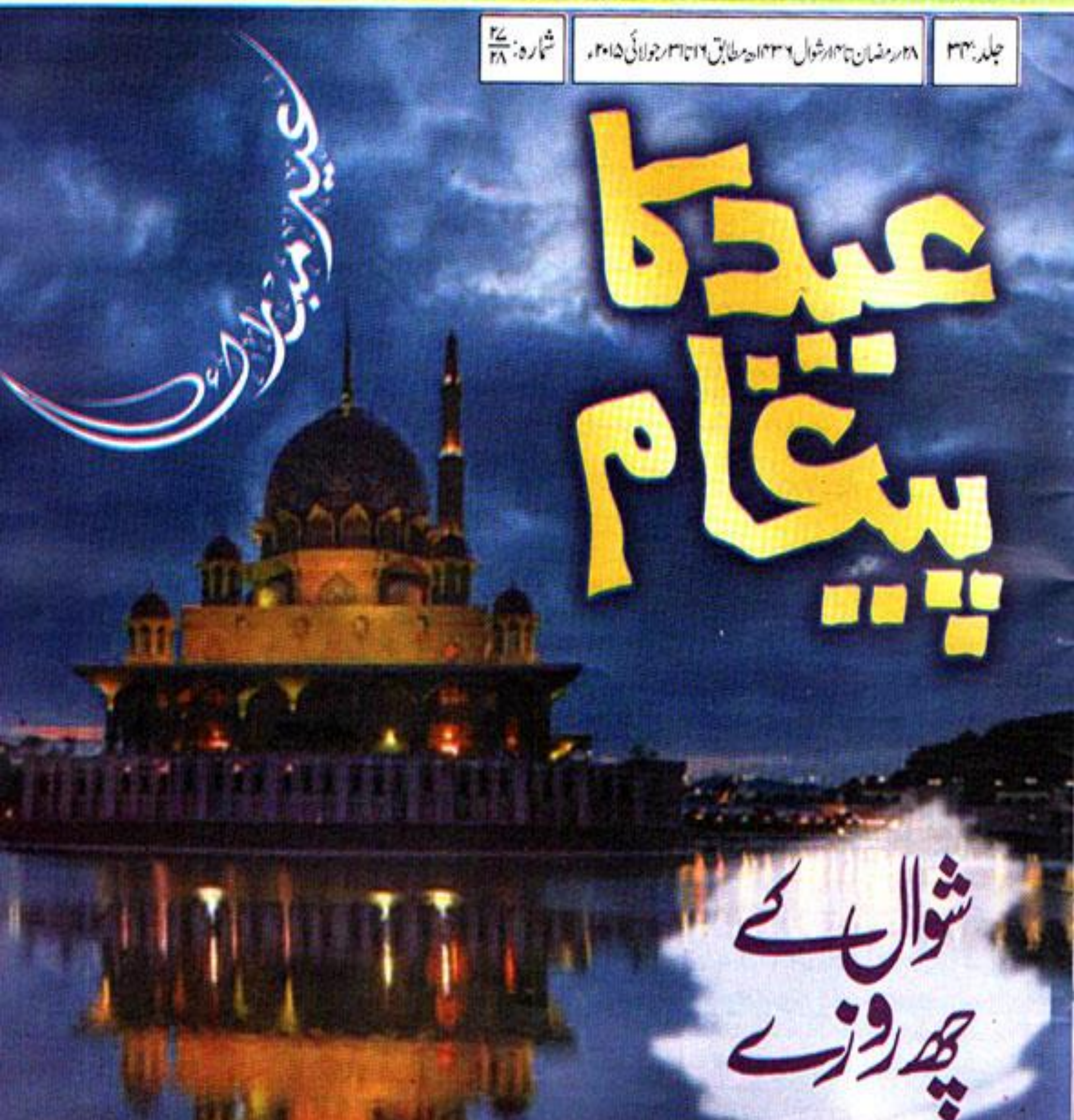

عید کا پیغام

شوال کے چھ روزے

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

روزہ میں بار بار غسل کرنا

س:......کیا روزے کی حالت میں زیادہ گرمی کی وجہ سے بار بار نہانا صحیح ہے؟ اسی طرح ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ دھونا تاکہ گرمی کی شدت کم ہو جائے کیا ایسا کرنا درست ہے، اس سے روزہ پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟

ج:......روزے میں نہانے میں تو کوئی حرج نہیں، اور نہ ہی اس سے روزہ کا ثواب کم ہوگا۔ البتہ ایسا انداز اختیار کرنا جس سے گھبراہٹ اور پریشانی کا اظہار ہو یہ مکروہ ہے۔ اس لئے صبر اور برداشت سے کام لینا چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اجر و ثواب کی امید رکھنی چاہئے۔

روزہ میں ٹی وی پر میوزیکل پروگرام دیکھنا

س:......رمضان المبارک میں جو لوگ ٹی وی پر مختلف پروگرام دیکھتے ہیں تاکہ ٹائم گزر جائے تو کیا اس سے روزہ میں کوئی فرق آئے گا، کیونکہ ٹی وی پر ہر وقت میوزک بجتا رہتا ہے کوئی پروگرام بھی اس کے بغیر نہیں آتا، کیا میوزک کی آواز سننے سے روزہ مکروہ نہیں ہوگا؟

ج:......روزہ رکھ کر گناہ کے کام کرنے سے روزہ کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے اور روزے کے فوائد ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اپنے روزہ کی حفاظت کرنی چاہئے۔ فضول اور گناہ کے کام کر کے روزہ کو ضائع نہیں کرنا چاہئے بلکہ توبہ و استغفار، درود شریف، تسبیحات، دعائیں، تلاوت قرآن کریم کرنی چاہئے یا کوئی دینی کتاب پڑھ سکتے ہیں اور اگر تھکاوٹ محسوس ہو تو سو سکتے ہیں، اس طرح ان شاء اللہ! روزہ کا پورا پورا اجر و ثواب بھی حاصل ہوگا اور روزہ کی برکات بھی نصیب ہوں گی۔ میوزک، ٹی وی، انٹرنیٹ واہیات چیزوں سے روزہ کو خراب نہیں کرنا چاہئے۔

خواتین کا اعتکاف

س:......خواتین کے لئے اعتکاف کا کیا حکم ہے وہ کس طرح اعتکاف کریں، اس کا طریقہ کیا ہوگا؟

ج:......مردوں کے لئے اعتکاف کرنے میں جو اجر و ثواب ہے، وہی خواتین کے لئے بھی ہے، مگر خواتین مسجد میں نہیں بلکہ گھر میں جس جگہ نماز پڑھتی ہیں اس جگہ یا جو جگہ گھر میں انہیں مناسب لگے اس کو مخصوص کر کے وہیں دس دن سنت اعتکاف کی نیت کر کے بیٹھ جائیں اور عبادت میں مصروف ہو جائیں سوائے حاجات شرعیہ کے اس جگہ سے باہر نہ آئیں ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اعتکاف کے دوران اگر خاص ایام شروع ہو جائیں تو بھی اعتکاف ختم ہو جائے گا، کیونکہ اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔

اعتکاف میں طبیعت خراب ہو جائے تو کیا کرے؟

س:......اعتکاف میں بیٹھ جانے کے بعد اچانک طبیعت خراب ہو جائے تو کیا اعتکاف توڑ سکتے ہیں اور اس کی قضا کس طرح کی جائے؟

ج:......طبیعت زیادہ خراب ہونے کی صورت میں اعتکاف سے اٹھ سکتے ہیں اور جب صحت ہو جائے تو روزہ رکھ کر اس ایک دن کے اعتکاف کی قضا رکھ لی جائے۔

س:......اگر بھول کر اعتکاف والا مسجد سے باہر نکل آئے یا خواتین جو گھروں میں اعتکاف کرتی ہیں وہ اپنی اعتکاف کی مخصوص جگہ سے بھول کر باہر آ جائیں تو کیا اعتکاف ٹوٹ جائے گا؟

ج:......جی ہاں! سوائے حاجات شرعیہ کے اعتکاف کی جگہ سے باہر آنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا، خواہ بھول کر ہی ایسا ہوا اور اس دن کے اعتکاف کی قضا بھی لازم ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
مجلس

مجلس ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری　صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی　مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۴　۲۸ر رمضان تا ۱۴ شوال المکرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶ تا ۳۱ر جولائی ۲۰۱۵ء　شمارہ: ۲۷/۲۸

اس شمارے میں!

کراچی میں اموات کا ذمہ دار کون؟	۴	محمد اعجاز مصطفی
عید کا پیغام	۶	مولانا محمد خالد غازی پوری
صدقۂ فطر کے مسائل	۸	ڈاکٹر مفتی عبدالواحد، امریکا
یاد رکھنا عید میں تم برکتوں کے صبح و شام (نظم)	۱۱	مولانا سید محمد ثانی حسنی
شوال کے چھ روزے	۱۳	خالد فیصل ندوی
علم کیا ہے؟	۱۴	مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہ
دو انبیاء کرام کا مناظرہ	۱۷	جناب محمد ولی رازی صاحب
آداب معاشرت	۱۹	ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی
سیّد الانبیاء ﷺ کی محنت کا نقطۂ آغاز.....	۲۱	مولانا ضمیر رشیدی
جاوید احمد غامدی... سیاق و سباق کے آئینہ میں (۱۳)	۲۲	حضرت مولانا فضل محمد مدظلہ
انڈونیشیا میں قادیانیوں کی عبادت گاہ سیل	۲۴	نذر الاسلام چوہدری
تحریک ختم نبوت... آغاز سے کامیابی تک (۳۶)	۲۵	مسعود ساحر

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش
محمد ارشد خرم محمد فیصل عرفان خان

بیاد
امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زر تعاون
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۳۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، ۳۴۲۳۴۴۷۶ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری　مطبع: القادر پرنٹنگ پریس　طابع: سید شاہد حسین　مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفی

کراچی میں اموات کا ذمہ دار کون؟

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

انسانی معاشرے میں ادارے، جماعتیں، عدالتیں اور حکام اس لئے تشکیل کیے جاتے ہیں کہ عام افراد اپنی حیاتِ مستعار کے لیل ونہار امن وامان اور سکون واطمینان کے ساتھ گزار سکیں، اس لئے وہ خون اور پسینہ ایک کر کے حاصل کی گئی اپنی حلال کمائی اور روزی میں سے ٹیکسوں کی صورت میں ان اداروں کی ضروریات پوری کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں، لیکن پاکستان میں ان اداروں کے ذمہ داران کا حال یہ ہے کہ اپنے آپ کو عوام کا خادم اور ان کی ضروریات کا نگران سمجھنے کی بجائے ہر ایک اس ادارے کو اپنی لونڈی، کمائی کا ذریعہ اور اس کے سیاہ وسفید کا مالک بن بیٹھتا ہے۔

عوام الناس کو ہر طرح سے لوٹنا، ان کا استحصال کرنا اور ان کی پریشانیوں پر خوش ہونا اپنا حق منصبی اور فریضہ سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کوئی ادارہ ظلم وستم اور جبر واستحصال کی نحوست سے پاک نہیں اور عوام ہیں کہ اپنے ملک کے کسی ادارہ کا رخ کرنے سے پہلے کئی بار سوچتے ہیں کہ میں اس سے اپنا کام کس طرح نکلوا سکتا ہوں۔ ضرور ایک ہی راستہ سب کو نظر آتا ہے کہ صاحب کی ہر فرمائش اور خواہش کا احترام کیا جائے اور ہر ممکن ان کو خوش کرنے کی سعی وکوشش کی جائے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رشوت کا بازار گرم ہوتا ہے اور ہر آدمی اس بہتی گنگا سے ہاتھ دھونے کو اپنی کامیابی اور کامرانی سمجھتا ہے۔

رشوت کے نام سے ہی نفرت کرنے والے مردوزن کے صحیح اور جائز کام بھی سالہا سال سے اٹکے رہتے ہیں اور انہیں ان اداروں اور ان کے دفاتر کے چکر کاٹتے مدتیں گزر جاتی ہیں، لیکن ان کے کام اور مسائل نہ صرف یہ کہ حل ہونے کا نام ہی نہیں لیتے، لیکن جو رشوت کو اپنی فائلوں کا پہیہ اور وکیل سمجھتے ہیں، ان کے کام اور مسائل آناً فاناً حل ہو جاتے ہیں، بلکہ صاحب راشی کو تو دفتر تک بھی جانے کی زحمت نہیں دی جاتی، صاحب بہادر اور ادارے کے افسران ان کی دربار میں حاضری لگانے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں، اسی کا شاخسانہ ہے کہ نہ آج ہی کوئی ادارہ دشمن کی دسترس سے محفوظ ہے اور نہ ہی ہمارا ملک، ہر جگہ دولت کے رسیا اور دشمن کے آلہ کار گھسے محسوس ہوتے ہیں اور ملک کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔

بہر حال اخباری اطلاعات کے مطابق صرف چار، پانچ دنوں میں ساڑھے بارہ سو انسانی اموات اور بعض ذرائع کے مطابق دو ہزار سے بھی زیادہ اموات صرف کراچی میں ہوئیں اور کہا جا رہا ہے کہ یہ انسانی ہلاکتیں زیادہ گرمی لگنے کی وجہ سے اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے ہوئیں۔

کوئی اللہ کا بندہ ان حکمرانوں سے پوچھ سکتا ہے کہ رمضان المبارک جیسے مقدس ماہ میں بھی بجلی کی عدم دستیابی کا کیا جواز بنتا ہے؟ آخر ایسے نااہل اور غافل لوگوں کو ان بنیادی ضرورتوں کے حامل ادارے کیوں سپرد کیے گئے؟ جنہیں ان اداروں کی حساسیت اور ضرورت کی اہمیت کا اندازہ ہی نہیں۔ روزنامہ جنگ کے کالم نگار جناب حذیفہ رحمن صاحب نے اپنے کالم ”کراچی میں زندگی سسکیاں لے رہی ہے“ میں بجا طور پر لکھا ہے کہ:

”پاکستان میں مسندِ اقتدار پر براجمان رہنے والے حکمران فخر سے اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے روحِ رواں ہیں، مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے یہ لوگ روحِ رواں تو ضرور ہیں، مگر ان کا اسلام اور جمہور سے دور دور تک کا کوئی تعلق نہیں۔ اسلام کا دعویٰ تو کرتے ہیں، مگر اسلامی روایات پر عمل کرنے کی زحمت نہیں کرتے۔ صبح وشام جمہوریت کی بات تو خوب کرتے ہیں، مگر عوام کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں کہ بے حسی بھی معمولی لفظ معلوم ہوتا ہے۔ ملک کے سب سے بڑے شہر میں سینکڑوں شہری روز سسک سسک کر دم توڑ رہے ہوتے ہیں، مگر کوئی شخص ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ ہم جن اسلامی اقدار وروایات کی بات کرتے ہیں اس نے تو ایسے حکمرانوں کو جنم دیا ہے کہ جو کہا کرتے تھے کہ اگر دریائے فرات کے کنارے کتا بھی مر جائے تو اس کے بارے میں عمرؓ سے پوچھا جائے گا، مگر یہاں تو میرے کراچی کے سمندر کے کنارے روز عوام بلک بلک مر رہے ہیں اور انہیں کوئی اسپتال تک پہنچانے والا نہیں ہے۔ ایک بار عرب میں قحط کا بحران پیدا ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے گندم کھانا بند کر دی۔ کچھ روز بعد کسی نے کہا کہ گندم شہروں تک پہنچ گئی ہے، کچھ دنوں تک دیہات تک بھی پہنچ جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ جب تک عرب کا ایک بھی شخص گندم سے محروم رہے گا، عمرؓ گندم نہیں کھائے گا...... یہ ہوتے ہیں اسلامی حکمران اور عوام کے رکھوالے۔ ہمارے حکمرانوں کو تو شاید ابھی تک یہ بھی نہ پتہ ہو کہ کراچی میں اب تک کتنی اموات ہو چکی ہیں۔ کراچی کے غیور لوگوں کا ذکر آتا ہے تو بزمِ حیات کے جام لبوں سے چھوٹ جاتے ہیں۔ کیفیت کچھ ایسی ہے کہ ہمت التجا ہے نہ ضبط کا حوصلہ۔

کراچی میں تین دن کے دوران گرمی اور اوپر سے لوڈشیڈنگ کی مہربانی سے ہلاکتوں کی تعداد ۱۰۰۰ ہزار کو چھو رہی ہے۔ اسپتالوں تک پہنچنے کے لئے

ایمبولینسوں کی کمی کا سامنا ہے۔ اگر کوئی ایمبولینس دستیاب بھی ہے تو کرایہ آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ جو مظلوم عوام اسپتال پہنچ جاتے ہیں تو حالات ایسے ہیں کہ اسپتالوں میں بھی بجلی کا نام ونشان نہیں ہے۔...... ڈیفنس سمیت ایسے بہت سے علاقوں میں بھی ۱۵،۱۵ گھنٹے کی لوڈشیڈنگ کی جاری ہے، جہاں پر وفاقی حکومت کی یہ منطق سمجھ میں نہیں آتی۔ ایک دلیل یہ بھی سامنے آتی ہے کہ سندھ کے سرکاری محکموں کے ذمہ ۶۰ ارب کے بقایاجات ہیں تو کیا اس سزا کے عوام حقدار ہیں؟ اس عاجز کی تحقیقات کے دوران یہ بات سامنے آئی ہے کہ بجلی بحران کی بڑی وجہ بدانتظامی ہے، ایسے افراد کو وزارت کے منصب پر فائز کر دیا جاتا ہے جو اس کے اہل نہیں۔ مخالفین کہتے ہیں کہ وزارت پانی وبجلی کے وزیر محترم تو زیادہ تر دفاع کے معاملات میں ہی مگن رہتے ہیں اور دوسرے صاحب کے کیا کہنے۔ ایک ایسی وزارت جس کے بحران پر قابو پانے کا وعدہ کر کے آپ نے عوام سے بھاری مینڈیٹ حاصل کیا اور پھر اسی کا نظام وانصرام ایک ایسے شخص کو سونپ دیا جسے اس بحران کی بنیاد تک کا علم نہیں ہے۔ خدارا عوام کے ساتھ یہ مذاق بند کر دیں۔ کم از کم جن وزارتوں میں بحرانی کیفیت ہے، ان میں تو قابل اور پڑھے لکھے افراد کو ذمہ داری تفویض کریں...... (روزنامہ جنگ کراچی، جمعرات، ۷ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ، ۲۵ر جون ۲۰۱۵ء)

اللہ اللہ کر کے وزیراعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف صاحب اپنی کابینہ کے چند افراد سمیت کراچی تشریف لائے، انہوں نے سندھ کے وزیراعلیٰ جناب سید قائم علی شاہ صاحب اور گورنر سندھ جناب عشرت العباد صاحب کے علاوہ دوسرے ذمہ داران افسران کا ایک اجلاس کیا اور اس کے بعد فرمایا کہ ان ہلاکتوں کے ذمہ داران کا تعین کر کے ان کو سخت سزا دی جائے اور مرنے والوں کے لواحقین کی امداد کا بندوبست کیا جائے۔ تفصیلی خبر ملاحظہ ہو:

''کراچی (اسٹاف رپورٹر) وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے کہا ہے کہ ملکی تاریخ میں گرمی کی لہر سے غیر معمولی صورت حال پیدا ہوئی، کراچی میں ہلاکتوں کے ذمہ داروں کو جواب دینا ہوگا، غفلت برتنے والے افراد اور اداروں کا کڑا احتساب کیا جائے، اموات پر تمام متعلقہ ادارے جوابدہ ہیں، وزیراعلیٰ سندھ اس حوالے سے فوری تحقیقات کرائیں اور جامع رپورٹ مرتب کر کے اس میں ملوث افراد اور اداروں کا تعین جائے، تاکہ ان کے خلاف سخت کارروائی عمل میں لائی جاسکے، متاثرہ خاندانوں کی مدد کے لئے پالیسی وضع کی جائے، ایسی صورتحال سے نمٹنے کے لئے وفاق اور صوبائی حکومتوں کو مشترکہ حکمت عملی اختیار کرنا ہوگی...... قبل ازیں اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے وزیراعظم نے کہا کہ کسی بھی قدرتی آفت یا ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لئے وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو مشترکہ حکمت عملی اختیار کرنا ہوگی۔ وزیراعظم نے کراچی میں گرمی سے ہلاکتوں پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ پورا ملک دکھ کی اس گھڑی میں متاثرہ خاندانوں کے ساتھ ہے۔'' (روزنامہ جنگ کراچی، جمعرات، ۱۴ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ، ۲ر جولائی ۲۰۱۵ء)

کراچی میں ہونے والی ہلاکتوں کے بارہ میں اس بات سے بھی صرف نظر نہ کیا جائے کہ ان ہلاک ہونے والوں میں سے چند ایسے لوگ بھی تھے جن کی عمریں بمشکل ۲۰، ۲۵ سال ہوں گی، لیکن مرنے کے چند گھنٹوں میں ہی ان کا رنگ تبدیل اور جسم سے گوشت الگ ہونے لگا۔ ڈاکٹر اور طبی ماہرین ہی یہ عقدہ حل کر سکتے ہیں کہ کیا یہ صرف گرمی اور پانی کی کمی کی وجہ سے ہوا ہے یا اس کے پیچھے کوئی اور عوامل ہیں؟ بہرحال اس کی تحقیقات حکومت کا کام ہے، اس بات کی تائید جناب منصور آفاق صاحب کے اس اقتباس سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اپنے کالم ''گرمی کا خودکش حملہ'' میں لکھی ہے، موصوف لکھتے ہیں:

''اور گرمی کے جہنم سے نکلی ہوئی غریبوں کی لاشیں اجتماعی قبروں میں دفنا دی گئیں۔ خبر ختم ہوئی۔ تبصرہ اتنا ہے کہ اس خودکش حملے میں گرمی اکیلی نہیں تھی، اس کے ساتھ لوڈشیڈنگ کی بلا بھی تھی، قحط آب کا عذاب بھی تھا۔ کراچی کے ایک ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ یہ لوگ گرمی کی شدت سے ہلاک نہیں ہوئے۔ کراچی میں ہر سال اتنی یا اس سے کچھ زیادہ گرمی پڑتی ہے۔ محکمہ موسمیات سے کراچی کے درجہ حرارت کی ہسٹری نکلوا لیجیے، کبھی اس طرح لوگ نہیں مرے۔ لوگوں کے مرنے کی وجہ کچھ اور ہے۔ بس گرمی کے گلے پھانسی کا پھندا فٹ آگیا ہے، سو اسے لٹکایا جا رہا ہے۔ گرمی تو ہر سال جیکب آباد، میانوالی اور ملتان میں کراچی سے کہیں زیادہ پڑتی ہے، کہیں دو چار لوگ بھی نہیں مرتے، مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھارت میں لوگ گرمی کی شدت سے کیوں مر رہے ہیں؟ وہاں تو بجلی بھی وافر مقدار میں موجود ہے، پانی کا قحط بھی نہیں پڑا۔ قصہ کچھ اور ہی لگتا ہے، تحقیق جاری ہے۔'' (روزنامہ جنگ کراچی، اتوار، ۱۰ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ، ۲۸ر جون ۲۰۱۵ء)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو حب الوطنی سے سرشار فرمائیں۔ ہمارے ملک کے اداروں کے ذمہ داران کو احساس ذمہ داری عطا فرمائیں۔ ہمارے حکمرانوں کو اپنے عہد کا پاس اور رعایا کی صحیح معنوں میں نگہبانی اور ترجمانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

ضروری اعلان

عیدالفطر کی تعطیلات کے باعث شمارہ ۲۷، ۲۸ کو یکجا شائع کیا جا رہا ہے۔

قارئین وایجنسی ہولڈرز حضرات نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

عید کا پیغام

مولانا محمد خالد غازی پوری ندوی

آج عید کا دن ہے، خوشیوں اور مسرتوں کا دن، نئے خوبصورت، رنگارنگ کپڑوں نے ایک سماں باندھ دیا ہے، بڑے چھوٹے، جوان، بوڑھے، معصوم بچے، مرد اور عورت ہر ایک کے چہرے کھلے ہوئے ایک دوسرے کو مسکراہٹوں کی سوغات پیش کرتے ہوئے، سیویاں اور شیر خورما کی تو گویا برسات آگئی، بڑے ایک دوسرے سے بغل گیر ہیں اور ننھے منھے بچے گلی کوچوں میں کوئل کی طرح چہچہا رہے ہیں اور رنگین و خوبصورت تتلیوں کی طرح اڑتے پھر رہے ہیں، لیکن عید کا حاصل کیا صرف یہی ہے؟ کیا عید محض ایک ساعت مسرت ہے جو آئے اور گزر جائے؟ شاید ایسا نہیں، اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ ہر عمل سے پیغام دیتا ہے، عبرت و موعظت کے پہلوؤں کی طرف انسان کو متوجہ کرتا ہے اور زندگی کے ہر واقعہ کو مشعل راہ بنادیتا ہے، جس کی روشنی سے اندھے بھی دیکھنے لگیں اور لنگڑے بھی چلنے لگیں، عبادت و بندگی ہو یا لوگوں کے باہمی معاملات، اسلام کا ہر طریقہ بولتا ہوا عمل ہے کہ بہرہ بھی اس کو سننے سے محروم نہ رہے۔

عید بھی سراپا پیغام ہے، دعوت ہے، عید سب سے پہلے ہمیں اس جانب متوجہ کرتی ہے کہ مسلمانوں کو خوشی اور مسرت کے لمحات کس طرح گزارنے چاہئیں، غور کیجئے کہ مسلمان کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کا کوئی دن نہیں، لیکن نہ رقص و سرود ہے، نہ نغمہ و رباب ہے اور نہ مستی و شراب، نہ پٹاخوں کی ادھم، نہ نعروں کا شور و غوغا، نہ آتش بازیوں کا سیلاب بلکہ ہر مسلمان صبح دم اٹھتا ہے، نماز فجر ادا کرتا ہے، پھر نہاتا ہے، صرف ستھرے اور میسر ہوں تو نئے کپڑے بدلتا ہے اور شانہ بشانہ نماز عید کے لئے رواں ہے، آنکھیں جھکی ہوئی اور زبان پر اللہ کی کبریائی اور حمد و ثنا کے کلمات، عیدگاہ پہنچ کر دوگانہ ادا کرتا ہے اور اپنی پیشانی خدا کے سامنے مٹی پر رکھ کر اپنے عجز و نیاز کا اظہار کرتا ہے، خوشی کے مواقع پر آدمی میں کسی قدر کبر کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، اس لئے بار بار اپنی بڑائی کی نفی اور خدا کی بڑائی کا اقرار و اعتراف کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اصل صاحب ایمان وہ ہے کہ جو خوشی و مسرت کے وقت اترانے نہ لگے، اس کی گردن مارے کبر کے اونچی نہ ہو، اس کی زبان پر اپنی بڑائی کا کلمہ نہ ہو، بلکہ وہ خدا کے سامنے جھکتا ہوا ہو، خوشی نے اس کے تواضع و انکسار کو بڑھایا اور اپنی بڑائی کے احساس کو گھٹایا ہو اور اس وقت بھی اس کا دل خدا کی طرف متوجہ ہو اور اس کی پیشانی خدا کی چوکھٹ پر خم، شادی، بیاہ ہو، بچہ کی پیدائش ہو، نیا مکان خدا نے دیا ہو، دکان اور روزگار کا سامان میسر آیا ہو، کوئی بات خوشی کی پیش آئی ہو تو مسرت کے اظہار کا وہی طریقہ اللہ کو پسند ہے کہ مومن کا سر شکر کے جذبے سے سرشار ہو کر خدا کے سامنے جھک جائے اور اس کی زبان اللہ کے ذکر اور حمد و ثنا سے تر ہو۔ عید مسلمانوں کے لئے اجتماعیت اور وحدت کا بھی پیغام ہے، مال دار ہو یا غریب، آقا ہو یا غلام، فرمانروا ہو یا رعایا، سماج کا معزز اور معروف شخص ہو یا کوئی معمولی اور غیر معروف آدمی، گورا ہو یا کالا اور عربی ہو یا عجمی، ایک ساتھ شانہ بشانہ خدا کے حضور کھڑے ہیں اور اس کے کرم کے سوالی ہیں، یہاں کوئی امتیاز نہیں، خدا کے دربار میں سب برابر ہیں۔

علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں:

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے وحدت کا اور کیا پیغام ہوگا؟

یہ سب مسلمان ہیں، کلمہ توحید پڑھنے والے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن نبوت سے وابستہ، آخرت میں سب کا یقین، قرآن مجید پر ایمان رکھنے والے، جیتے اور مرتے ایک قبلہ کے حامل، فکر و نظر کا کچھ اختلاف ضرور ہے، لیکن اس کے باوجود آج یہ شانہ بشانہ اور قدم بقدم کھڑے ہیں۔ کاش! دوسرے دنوں میں بھی اس وحدت ملی کو محسوس کریں اور سوچیں کہ کس قدر دین کی بنیادی باتوں میں ان کے درمیان اشتراک و اتفاق ہے اور اگر کچھ اختلاف ہے تو اس لائق ہے کہ ان کو نظر انداز کیا جائے اور ایک دوسرے کی رائے کے احترام کے ساتھ ان کو برداشت کیا جائے۔

عید ہمیں اس بات کی یاد دلاتی ہے کہ وہ خوشی خوشی نہیں، جس میں پورے سماج کو شامل نہ کیا جائے، آپ کے گھر میں مسرت کا چراغ جلے، بلکہ چراغاں ہو اور آپ کا پڑوسی غم کی تاریکیوں میں ڈوبا ہو، اس سے زیادہ نامبارک کوئی مسرت نہیں ہوتی، اسی حقیقت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید الفطر کے ساتھ ساتھ "صدقۃ الفطر" کا بھی حکم دیا ہے کہ ہر صاحب گنجائش مسلمان اپنی اور اپنے زیر پرورش لوگوں کی طرف

سے گیہوں کی ایک خاص مقدار یا اس کی قیمت اپنے غریب بھائی کو پہنچائے اور عید سے پہلے پہلے پہنچا دینے کی کوشش کرے تاکہ سماج کے غریب اور پریشان حال لوگ بھی عید کی خوشی میں شامل ہوسکیں۔ صدقۃ الفطر ایک علامتی عمل ہے، یہ صرف عید ہی کے دن کے لئے مخصوص نہیں، یہ اس بات کی تعلیم ہے کہ مسلمانوں کو اپنی ہر خوشی میں سماج کے غریب بھائیوں کو بھی شامل کرنا چاہئے، وہ خوشی ادھوری اور ناکام ہے جو اپنے گھر تک محدود ہے اور جس میں اپنے پڑوسیوں کو شامل نہ کیا گیا ہو جن کو خدا نے آپ کی نگاہ لطف کا محتاج بنایا ہے۔

اس لئے اسلام میں بچہ کی پیدائش کے ساتھ ''عقیقہ'' اور شادی کے موقع سے ''ولیمہ'' رکھا گیا ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین ولیمہ وہ ہے جس میں سماج کے غریب لوگوں کو شریک نہ رکھا جائے۔ مسلمان وہ ہے جسے دوسروں کی فکر تڑپاتی ہو، جس کو دوسروں کی پریشانی، بے قرار کردیتی ہو، جس کے لئے دوسروں کا غم اپنا غم بن جاتا ہے، جو دوسرے بھائیوں کے درد کی کسک اپنے دل میں پاتا ہو، اسے اپنی لڑکیوں کے ساتھ دوسرے غریب بھائیوں کی لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ بھی متفکر رکھتا ہو، اسے اپنے بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ قوم کے دوسرے بچوں کی تعلیم کی فکر بھی بے چین رکھتی ہو، جو ان بیواؤں، یتیموں اور بیماروں کے لئے بھی اپنے دل کو بے سکون پاتا ہو، جن کے یہاں رات فاقوں سے گزرتی ہے اور جو اپنی بنیادی غذا اور دوا کے لئے بھی کسی نگاہ کرم کے منتظر ہیں۔ عید اپنی زبان سے، بے زبانی سے ہر شخص کو یہ پیغام دیتی ہے۔ کاش! ہم اسے دل کے کانوں سے سن سکیں اور اس پر عمل کریں۔

☆☆......☆☆

تحفظ ختم نبوت پروگرام

رپورٹ: مشتاق احمد شاہ

کراچی، میٹروول..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حلقہ میٹروول کراچی کی جانب سے مدارس بنات کی عالمات وطالبات اور اسکول کے بچے، بچیوں کے لئے دو پروگرام منعقد کیے گئے۔

پہلا پروگرام:

اسکول کی چھٹیوں میں سمرکیمپ کے نام سے سترہ دن کا کورس تھا، جس میں ۴۵ کے قریب بچوں اور ۱۶ بچیوں نے شرکت کی، قرآنی آیات واحادیث کی تفہیم کے لئے ''تعلیم وتربیت'' کتاب کا انتخاب کیا اور ختم نبوت کا شعور بیدار کرنے کے لئے ''شعور ختم نبوت'' نامی کتابچہ زبانی یاد کرایا گیا۔ الحمدللہ! بچوں نے انتہائی دلچسپی سے یاد کرکے فرفر سنایا اور انعام کے مستحق ہوئے۔ سمرکیمپ میں بچوں کو پڑھانے کے لئے اساتذۂ کرام مولانا مدثر، مولانا آصف، مولانا فیض ربانی، مولانا عبدالکریم، مولانا نثار احمد اور راقم الحروف نے خدمات انجام دیں جبکہ احمد الرحمٰن، انس خالد اور مولانا محمد نے معاونت کی۔

اسی طرح بچیوں میں پڑھانے کے لئے تین استانیوں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ الحمدللہ کورس بہت کامیاب رہا۔ آخر میں تقریب تقسیم انعامات منعقد کی گئی۔ بچوں اور بچیوں کو انعامات دیئے گئے۔

دوسرا پروگرام:

عالمات اور بڑے درجہ کی طالبات کے لئے چھ روزہ ختم نبوت وخطابت کورس رکھا گیا۔ مدرسہ طیبہ للبنات میں ہونے والے اس پروگرام میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے ہر پہلو پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔

پہلے دن ۱۳ر جون بروز ہفتہ حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور مہدی علیہ الرضوان پر مولانا عبدالحئی مطمئن نے لیکچر دیا۔ ایک گھنٹے کی کلاس کے بعد راقم نے عقیدۂ ختم نبوت پر سبق پڑھایا پھر اگلے گھنٹے میں خطابت کا طریقہ سکھایا گیا، جس کی باقاعدہ پریکٹس ایک گھنٹہ ہوتی رہی۔

۱۴ر جون بروز اتوار مولانا شعیب (ذمہ دار حلقہ اورنگی ٹاؤن) نے ''قادیانی شبہات کے جوابات'' پر دو گھنٹے سبق پڑھایا۔

۱۵ر جون بروز پیر مولانا عبدالحئی مطمئن اور راقم الحروف نے اپنے اپنے موضوع پر بیان کیا۔

۱۶ر جون کو مولانا عبدالحئی مطمئن نے ختم نبوت کے موضوع پر ہی بیان کیا۔

۱۷ر جون کو مولانا قاضی احسان احمد نے تحریک ختم نبوت کے عنوان سے علمائے کرام کی جدوجہد اور کوششوں کا تذکرہ کیا اور اس کے مثبت نتائج سے آگاہ کیا۔

آخری روز عالمات اور طالبات کا تحریری اور تقریری مقابلہ ہوا جس میں اول، دوم اور سوم آنے والی طالبات کو انعامات سے نوازا گیا۔ پورے کورس میں اول سے آخر تک شریک ہونے والی طالبات کی تعداد ۳۵ رہی۔ مولانا قاضی صاحب کا اختتامی بیان ہوا یوں چھ روزہ کورس اختتام پذیر ہوا۔ ☆☆

احادیث مبارکہ میں صدقہ فطر کے مختلف فضائل وارد ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن عبداللہ ابن ابی صغیرا اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گندم کا ایک صاع ہر دو کی طرف سے ہوگا (یعنی ایک شخص کی طرف سے گندم کا نصف صاع ادا کیا جائے) چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، آزاد ہوں یا غلام، مرد ہوں یا عورت، پس جو تم میں غنی اور مال دار ہوں تو ان (کے روزوں) کو اللہ تعالیٰ (اس صدقہ فطر کی وجہ سے) پاک فرمادیں گے اور جو تم میں غریب ہیں (ان پر صدقہ فطر اگرچہ واجب نہیں، مگر اس کے باوجود اگر وہ دیں تو) اللہ تعالیٰ انہیں اس صدقہ سے زیادہ دیں گے جو انہوں نے دیا ہے۔''

(ابوداؤد، احمد، الجامع الصغیر للسیوطی ج:۲، باب حرف الصاد، حدیث نمبر ۴۹۹۰)

صدقہ فطر روزہ داروں کو بیکار اور بے ہودہ باتوں سے پاکیزہ کرتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر (یعنی صدقہ فطر) روزے داروں کو بیکار بے ہودہ باتوں سے پاکیزگی اور مساکین کو کھلانے (یعنی ان کی مدد تعاون کرنے) کے لئے مقرر فرمایا، جس نے (عید کی) نماز سے پہلے ادا کردیا، تو یہ مقبول صدقہ فطر ہے اور جس نے عید کی نماز کے بعد ادا کیا تو پھر یہ عام صدقہ ہے (یعنی نماز سے پہلے ادا کئے جانے والے کے برابر قبولیت کا درجہ نہیں رکھتا)۔''

(ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم وقال صحیح علی شرط البخاری،

صدقہ فطر کے مسائل

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد، امریکا

مرسلہ: خالد محمود، کراچی

(الترغیب والترہیب ج:۲، ۹۶)

صدقہ فطر کے بغیر رمضان کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق:

حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''صوم شهر رمضان معلق بين السماء والارض لا يرفع الا بزكاة الفطر۔'' (کتاب الصوم الترغیب والترہیب ج:۲، ۹۷)

ترجمہ: ''رمضان کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق (یعنی لٹکے) رہتے ہیں، جن کو صدقہ فطر کے بغیر (اللہ تعالیٰ کی طرف) نہیں اٹھایا جاتا۔''

صدقہ فطر ماہِ رمضان کے لئے ایسا ہے جیسا کہ سجدہ سہو نماز کے لئے:

امام نوویؒ لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''ہم نے وکیع بن جراحؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ زکوٰۃ فطر (یعنی صدقہ فطر) رمضان کے مہینے کے لئے ایسا ہے، جیسا کہ نماز کے لئے سجدہ سہو ہے کہ صدقہ فطر روزے کے نقصان (کمی) کی اس طرح تلافی کردیتا ہے، جس طرح سے سجدہ سہو نماز کے نقصان (کمی) کی تلافی کردیتا ہے۔''

(المجموع للامام النووی، باب زکوٰۃ الفطر)

صدقہ فطر کس پر واجب ہے:

جو مسلمان اتنا مال دار ہو کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہو یا زکوٰۃ تو فرض نہ ہو لیکن اس کے پاس ضروری سامان سے زائد اتنا سامان ہو کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے، چاہے وہ سامان تجارت کا ہو یا تجارت کا نہ ہو (مثلاً گھریلو سامان ضرورت سے زائد ہو) اور چاہے اس پر پورا سال گزرا ہو یا نہ گزرا ہو۔ (مراقی الفلاح)

بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ جس پر زکوٰۃ فرض نہیں اس پر صدقہ فطر بھی واجب نہیں ایسا سمجھنا غلط ہے، کیونکہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی تو صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے، جیسا کہ کئی مسائل میں آگے معلوم ہوگا۔

ضرورت سے زائد سامان کچھ زیور اور کچھ رقم جن کی مجموعی قیمت نصاب زکوٰۃ سے کم ہو تو صدقہ فطر کا حکم:

کسی کے پاس اپنی رہائش کا بڑا قیمتی مکان ہے اور پہننے کے قیمتی کپڑے ہیں، نیز گھریلو ضروری سامان ہے، جو استعمال میں آتا رہتا ہے، مگر زیور اور روپے نہیں یا کچھ سامان ضرورت سے زیادہ بھی ہے اور کچھ زیور اور روپے بھی ہیں، مگر ان کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم ہے تو ایسے شخص پر صدقہ فطر واجب نہیں۔ (مراقی الفلاح)

ضرورت سے زائد سامان جس کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو صدقہ فطر کا حکم:

کسی کے پاس زیور اور روپے نہیں نہ سامان تجارت ہے، مگر کچھ سامان ضرورت سے زیادہ جس کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسے شخص پر زکوٰۃ تو واجب نہیں، مگر صدقہ فطر واجب ہے۔ (مراقی الفلاح)

اگر کسی کے پاس ضرورت سے زائد مکان ہو تو صدقہ فطر کا حکم:

کسی کے پاس دو مکان ہیں، ایک میں خود رہتا ہے اور ایک خالی پڑا ہے یا کرایہ پر دیا ہوا ہے تو شرعاً یہ دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے، اگر اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو اس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے، البتہ اگر اس مکان کے کرایہ پر اس کا گزارا ہو تو یہ مکان بھی ضروری سامان میں داخل ہو جائے گا اور اس پر صدقہ فطر واجب نہ ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خان)

قرض دار پر صدقہ فطر کا حکم:

کسی کے پاس ضروری سامان سے زائد مال اور سامان ہے، مگر وہ قرض دار بھی ہے تو قرضہ منہا کر کے دیکھیں کیا بچتا ہے؟ اگر ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر یا زائد بچتا ہو تو صدقہ فطر واجب ہے اور اس سے کم بچے تو واجب نہیں۔

صدقہ فطر کب واجب ہوتا ہے؟:

عیدالفطر کے دن صبح صادق کے وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے، لہٰذا اگر فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی کسی کا انتقال ہو گیا، تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں، اس کے مال میں سے نہ دیا جائے اور جو بچہ عید کے دن فجر کے وقت سے پہلے پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب ہے اور جو بچہ فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ عیدالفطر کی نماز کو جانے سے پہلے ہی صدقہ فطر ادا کر دیا جائے، اگر پہلے نہ دیا تو بعد میں ادا کریں۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ: کسی نے عید کے دن سے پہلے ہی رمضان میں صدقہ فطر دے دیا تب بھی ادا ہو گیا، اب دوبارہ دینا واجب نہیں۔ (درمختار)

مسئلہ: اگر کسی نے عید کے دن صدقہ فطر نہ دیا تو معاف نہیں ہوا، اب کسی بھی دن دے دینا چاہئے۔ (ہدایہ)

روزہ رکھنے والے اور روزہ نہ رکھنے والے پر صدقہ فطر کا حکم:

جس نے کسی وجہ سے روزے نہیں رکھے، اس پر بھی یہ صدقہ واجب ہے، جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب ہے، دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری)

صدقہ فطر کس کی طرف سے نکالنا واجب ہے:

مرد پر صدقہ اپنی طرف سے اور اپنی چھوٹی (نابالغ) اولاد کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے۔ بالغ اولاد اور بیوی کی طرف سے ادا کرنا واجب نہیں، اگر بیوی یا بالغ اولاد کے پاس اتنا مال ہو کہ جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے تو وہ اپنا اپنا صدقہ فطر خود ادا کریں، البتہ اگر مرد اپنی بیوی اور بالغ اولاد کی طرف سے بھی ان کو بتا کر ادا کر دے تو یہ بھی درست ہے، ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ: اگر چھوٹے (نابالغ) بچے کی ملکیت میں اتنا مال ہو جتنے کے ہونے سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے، مثلاً اس کے کسی رشتہ دار کا انتقال ہوا، اس کی میراث میں ایسا بچے کو مال مل گیا تو باپ اس بچے کا صدقہ فطر اس کے مال میں سے ادا کرے، اپنے مال میں سے دینا ضروری نہیں۔ (قاضی خان)

صدقہ فطر کی فی کس مقدار کتنی ہے؟

صدقہ فطر میں اگر گندم دیں یا خالص گندم کا آٹا دیں تو ایک شخص کی طرف سے ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک دیں، بلکہ احتیاطاً پورے دو سیر یا کچھ زیادہ دے دینا چاہئے، کیونکہ زیادہ دینے میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے اور اگر خالص جَو کا آٹا دینا ہو تو اس کا دوگنا دینا واجب ہے۔ (ہدایہ)

کھجور اور کشمش کے صدقہ فطر کی مقدار:

☆...... ساڑھے تین سیر کھجور یا اس کی قیمت ادا کر دی جائے۔

☆...... ساڑھے تین سیر کشمش یا اس کی قیمت ادا کر دی جائے۔

اوپر جو مقدار بیان کی گئی یہ ایک شخص کا صدقہ فطر ہے، جس مرد پر صدقہ فطر واجب ہو، اگر اس کی نابالغ اولاد بھی ہے تو ہر بچہ کی طرف سے بھی اتنا ہی صدقہ فطر دینا واجب ہے۔

صدقہ فطر کی ادائیگی:

مسئلہ: اگر گندم اور جَو نہیں دیئے بلکہ اتنے خالص گندم یا اتنے خالص جَو کی قیمت دے دی تو یہ سب سے بہتر ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

مسئلہ: ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دیں یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دیں، دونوں طرح جائز ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: اگر کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دے دیا تو یہ بھی درست ہے۔ (درمختار)

صدقہ فطر کا مصرف:

صدقہ فطر بھی انہی لوگوں کو دیا جا سکتا ہے، جن کو زکوٰۃ دی جاتی ہے اور صدقہ فطر ادا کرتے ہوئے، انہی باتوں کا لحاظ کرنا چاہئے جو زکوٰۃ کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔

صدقہ فطر کے بارے میں چند کوتاہیاں اور غلط فہمیاں:

ا:...... کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس شخص نے

روزے نہیں رکھے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ صدقہ فطر ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے چاہے اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں، اس طرح کسی کا روزہ نہ رکھنا چاہے کسی عذر کی وجہ سے ہو، جیسے بڑھاپا یا بیماری، سفر وغیرہ یا روزہ نہ رکھنا بغیر عذر کے ہو، ہر صورت میں صدقہ فطر واجب ہے۔(البدائع الصنائع:۲/۷۰)

۲:... بعض خواتین اس غلط فہمی میں رہتی ہیں کہ سونا، چاندی اگر استعمال کے لئے ہے تو اس پر زکوٰۃ اور صدقہ فطر واجب نہیں خواہ کتنا ہی زیادہ ہو اور اگر استعمال کے لئے نہیں تو صدقہ فطر اور زکوٰۃ لازم ہے، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

۳:... کئی لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں کہ زکوٰۃ اور صدقہ کا نصاب ایک ہی ہے اور ہم پر چونکہ زکوٰۃ فرض نہیں، لہٰذا صدقہ فطر بھی واجب نہیں حالانکہ دونوں کا نصاب الگ الگ ہے، زکوٰۃ صرف چار چیزوں پر فرض ہوتی ہے: (۱) سونا، (۲) چاندی، (۳) روپیہ، (۴) تجارت کا سامان۔

اور صدقہ فطر میں ان چار چیزوں کے علاوہ ضرورت سے زیادہ چیزوں کو بھی شامل کیا جاتا ہے، پس عید کے دن جس شخص کے پاس زکوٰۃ والا نصاب ہو اس پر صدقہ فطر بھی واجب ہے اور اگر کسی شخص کے پاس زکوٰۃ والا نصاب نہ ہو لیکن ضرورت سے زیادہ مال یا سامان ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو اس پر صدقہ فطر واجب ہے، اگرچہ اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔(عمدۃ الفقہ:۳/۱۵۸)

۴:... بعض اوقات گھر کے سربراہ کا صرف اپنی طرف سے ایک صدقہ فطر ادا کرتا ہے اور اسے گھر کے سب افراد کی طرف سے کافی سمجھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ گھر کے سربراہ کے علاوہ اگر گھر کا کوئی اور بالغ فرد یا افراد نصاب کے مالک ہوں تو ان پر الگ سے اپنا صدقہ فطر واجب ہوگا اور رہا مسئلہ نابالغ اولاد کا تو نابالغ اولاد کا صدقہ فطر تو والد پر ہی واجب ہے، چاہے نابالغ اولاد مالدار ہو یا نہ ہو۔

۵:... بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ زندگی میں ایک شخص کی طرف سے ایک دفعہ صدقہ فطر ادا ہو جائے تو پھر صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں رہتا، حالانکہ ایسا نہیں۔ صدقۃ الفطر ہر سال نصاب والے شخص پر واجب ہوتا ہے جبکہ ہر سال صدقہ فطر کے دنوں میں اس شخص کے اندر صدقہ فطر کی شرائط موجود ہوں۔(شامی:۲/۳۵۸،۳۵۹)

۶:... بعض خواتین پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہے، اس کے باوجود یہ سمجھتی ہیں کہ ہمارا صدقہ فطر ہمارے شوہروں کے ذمہ لازم ہے اور اگر ان کے شوہر ادا نہ کریں تو وہ خود بھی ادا نہیں کرتیں، جب کہ عورت کے مال اور زیورات وغیرہ کا صدقہ فطر ان کے شوہروں پر لازم نہیں بلکہ ان پر خود اپنے مال سے لازم ہے، خواہ اس کے لئے زیور وغیرہ کیوں نہ بیچنا پڑے۔ البتہ اگر کسی عورت کا شوہر اپنی رقم سے اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کردے تو جائز ہے (جبکہ بیوی کی طرف سے صراحتاً یا دلالۃً اجازت ہو)۔(شامی:۲/۳۶۳)

۷:... بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صدقہ فطر اس وقت لازم ہوتا ہے جبکہ کوئی شخص برسرروزگار ہو، حالانکہ صدقہ فطر کے واجب ہونے کے لئے کسی انسان کا برسرروزگار ہونا ضروری نہیں، صدقہ فطر کے وجوب کے لئے کسی شخص کا صاحب نصاب ہونا ضروری ہے، اگرچہ وہ برسرروزگار نہ ہو۔

۸:... کچھ لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ انسان پر اپنا صدقہ فطر شادی سے پہلے واجب نہیں۔ حالانکہ صدقہ فطر کے وجوب کے لئے کسی کی شادی ہونا ضروری نہیں، کنوارے بالغ لڑکے، لڑکے، بیوہ، عورت پر صدقہ فطر واجب ہے، جبکہ یہ لوگ نصاب کے مالک ہوں۔

۹:... عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ جب تک ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی نہ ہو تو اس پر کسی حال میں صدقہ فطر واجب نہیں۔ حالانکہ وزن کا اعتبار اس صورت میں ہے کہ جب کسی کی ملکیت میں صرف سونا یا صرف چاندی ہو، تجارت کا سامان ذرا سا بھی نہ ہو، نقدی ایک پیسہ بھی نہ ہو اور ضرورت سے زیادہ کوئی چیز نہ ہو (اور آج کل کچھ نہ کچھ نقدی اور فالتو سامان ہوتا ہی ہے) اور اگر کسی مرد یا عورت کی ملکیت میں دو یا زیادہ طرح کی چیزیں ہوں تو ہر ایک کا علیحدہ نصاب پورا ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس صورت میں سب کی مالیت (ویلیو) ملا کر دیکھی جائے گی، اگر سب کی مالیت ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ ہو جائے تو صدقہ فطر واجب ہے۔ چنانچہ خواتین کے پاس کئی کئی تولے سونا ہوتا ہے، کچھ نہ کچھ نقدی بھی ضرور ہوتی ہے، ضرورت سے زیادہ اور فالتو سامان کے ڈھیر ہوتے ہیں، مگر وہ نہ زکوٰۃ ادا کرتی ہیں، نہ صدقہ فطر، اس کی اصلاح بہت ضروری ہے۔

۱۰:... بعض لوگ صدقہ فطر کے مستحق ہونے کے لئے صرف بے روزگار، بیوہ اور اپاہج ہونے کو مد نظر رکھتے ہیں چاہے وہ کتنا ہی مال دار ہو، یہ غلط ہے بلکہ مستحق ہونے کے لئے شرعی معیار کو ہی مد نظر رکھیں۔

۱۱:... بعض جگہوں پر کچھ لوگ صدقہ فطر کی قیمت کی تعین کے بارے میں کچھ تھوڑا سا فرق ہو جانے پر آپس میں جھگڑنا شروع کردیتے ہیں۔ حالانکہ اگر کبھی قیمت میں تھوڑا بہت اختلاف بھی ہو جائے تو زیادہ دینے کی صورت میں ذخیرہ آخرت بنے گا اور کم دینے کی صورت میں واجب ذمہ میں باقی رہ جاتا ہے، لہٰذا احتیاطی پہلو کو اختیار کر لینا بہتر ہے۔

☆☆..................☆☆

یاد رکھنا عید میں تم برکتوں کے صبح و شام!

مولانا سیّد محمد ثانی حسنیؒ

ماہِ رحمت، ماہِ عفو و مغفرت، ماہِ صیام
جاتے جاتے دے گیا ہے ہم سبھوں کو یہ پیغام

عید کی خوشیاں میسر ہوں تمہیں شام و سحر
اس جہانِ رنگ و بو میں تم پھلو پھولو مدام

بھولنا مت عید میں میرے مبارک روز و شب
یاد رکھنا عید میں تم برکتوں کے صبح و شام

سحری و افطار، وہ ذکر و دعا، حسنِ سلوک
دن کو روزہ اور قیامِ شب کا ہر شب اہتمام

صبر و تقویٰ کا دیا میں نے تمہیں زادِ سفر
لے کے یہ زادِ سفر کرنا سفر اپنا تمام

عید لاتی ہے حقیقت میں خوشی ان کے لئے
جو سدا رہتے ہیں بن کر نیک طینت نیک نام

جب نئے کپڑے پہن کر تم چلوگے عید گاہ
راہ میں تم کو کریں گے ہر قدم مفلس سلام

بھولنا مت عید کی خوشیوں میں ناداروں کو تم
ہیں تمہارے ہیں سبھی افلاس کے مارے عوام

صدقۂ فطر ان کو دے کر ہو نہ جانا مطمئن
ذمہ داری ہے تمہاری ہردم آؤ ان کے کام

عید والو! عید کے مسرور کن لمحات میں
تم یتیموں اور بیواؤں کو رکھنا شاد کام

آج کتنے گھر لٹے، کتنوں کی دولت چھن گئی
ہوگئے سلطاں بھکاری، بن گئے آقا غلام

یہ شکستہ حال ہیں، نادار ہیں، مجبور ہیں
دیکھنا ان کو حقارت کی نظر سے ہے حرام

تم خدارا سچ کہو یہ کون سا انصاف ہے
قطرہ قطرہ کو وہ ترسیں، تم پیو جاموں پہ جام

تم چنو میزوں پہ کھانے مختلف انواع کے
اور پریشاں حال ہوں ہر روز محروم طعام

دل ہوں ٹوٹے مفلسوں کے فاقہ مستی سے ادھر
اہلِ ثروت میں ادھر ہو قہقہوں کا شغل عام

عید والو! یہ طریقہ تم نہ اپنانا کبھی
تم کو حاصل ہے مبارک نسبتِ خیر الانام

شوال کے چھ روزے

خالد فیصل ندوی

عیدالفطر کے بعد رکھا جانے والا چھ دنوں (۲ تا ۷ شوال) کا نفلی روزہ ہمارے معاشرے میں شش عیدی کے نام سے جانا جاتا ہے۔حقیقت میں ان چھ دنوں کا روزہ رمضان المبارک کے روزوں کے بحسن وخوبی ادا ہونے اور اس ماہ کی رحمتوں، برکتوں اور سعادتوں اور مغفرت کی رات اور انعام کے دن والے حقیقی تہوار ''عیدالفطر'' کے ملنے کا صحیح شکرانہ ہے۔رمضان کے روزوں میں واقع ہونے والی کمیوں اور کوتاہیوں کی تلافی کا تکملہ ہے اور ان چھ روزوں کا اہتمام سراپا صدقہ ہے۔

احادیث مبارکہ میں ان چھ روزوں کی بڑی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔ایک حدیث شریف میں ہے کہ پورے رمضان اور شوال کے چھ روزوں یعنی کل چھتیس روزوں کا ثواب، پورے ایک سال (تین سو ساٹھ) روزے رکھنے کے برابر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے رمضان کے (پورے) روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال میں چھ (نفلی) روزے رکھے تو اس شخص نے گویا کہ پورے سال (تین سو ساٹھ دنوں) کا روزہ رکھا۔(مسلم،ترمذی)

اس حدیث شریف کی وضاحت حضرت ثوبانؓ سے مروی حدیث میں موجود ہے کہ ''رمضان کا روزہ دس مہینوں (کے روزوں) کے برابر ہے اور شوال کے چھ دنوں کا روزہ دو مہینوں (کے روزوں) کے برابر ہے، اس طرح (رمضان اور شوال کے چھ روزے) پورے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔''(احمد،ابن حبان)

نیز ایک حدیث شریف میں ہے کہ (پورے) ماہ شوال کا روزہ ان نفلی روزوں میں ہے، جن کا اہتمام دخول جنت کا موجب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''جو رمضان، شوال اور (ہر ہفتہ) بدھ و جمعرات کے روزے رکھے گا تو وہ (ضرور) جنت میں جائے گا۔''(احمد،نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ماہ شوال کے ایک دن کا روزہ رکھنا پورے ایک سال روزہ رکھنے جیسا ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ: ''عیدالفطر کے بعد (ماہ شوال میں) ایک دن کا روزہ رکھے گا تو اس نے گویا کہ پورے ایک سال کا روزہ رکھا۔''(لطائف المعارف)

حضرت امام شافعیؒ نے شوال کے روزوں کی اسی فضیلت واہمیت کے پیش نظر ایک مرتبہ فرمایا کہ: ''رمضان کے بعد شوال میں ایک دن کا روزہ رکھنا پورے سال روزہ رکھنے سے زیادہ مجھے محبوب وپسند ہے۔''(ایضا)

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ میں شوال کے روزوں کی فضیلت کس قدر موثر اور کتنے جامع انداز میں بیان ہوئی ہے اور ان احادیث میں ان روزوں کے اہتمام کی کس قدر زیادہ عمومی ترغیب موجود ہے، اسی طرح کچھ احادیث شریف میں شوال کے مہینہ میں روزہ رکھنے کی واضح تاکید، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اکابرین صحابہ کرامؓ کو فرمائی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسلم قریشیؓ سے فرمایا کہ: ''ماہ رمضان اور اس کے بعد آنے والے مہینے شوال میں روزہ رکھو۔''(ترمذی ونسائی)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب ترین صحابی حضرت اسامہ بن زیدؓ سے فرمایا کہ: شوال میں روزے رکھو۔''(ابن ماجہ)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ: شوال کے مہینہ میں روزے کیوں نہیں رکھتے۔''(ابویعلی الموصل)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ترغیبی اور تاکیدی احادیث مبارکہ سے شوال کے روزوں کی اہمیت بالکل واضح ونمایاں ہے اور نفلی روزوں میں شعبان کے روزوں کے بعد شوال کے ہی روزوں کا درجہ ومرتبہ ہے کیونکہ شعبان کے روزوں اور شوال کے روزوں کی حیثیت فرض نمازوں سے پہلے اور بعد میں پڑھی جانے والی سنت ونفل نمازوں جیسی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ رمضان المبارک کا روزہ فرض ہے اور شعبان اور شوال دونوں رمضان سے پہلے اور بعد کے مبارک ترین مہینے ہیں، اس لئے ان دونوں میں روزہ رکھنا، رمضان سے قرب وتعلق کی بنا پر بقیہ سارے مہینوں کے روزوں سے زیادہ فضیلت واہمیت، مقام ومرتبہ اور اجر وثواب والے روزے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسلم قریشیؓ اور حضرت اسامہؓ کو شوال میں نفلی روزہ رکھنے کی تاکیدی فرمائی ہے اور ماہ رجب میں روزہ رکھنے والی ایک خاتون کو شعبان میں نفلی روزہ رکھنے کی ترغیب دی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کے سوال: ''رمضان کے روزوں کے بعد کس ماہ کا روزہ زیادہ فضیلت والا ہے؟'' کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: ''رمضان کی تعظیم میں ماہ شعبان کا روزہ (زیادہ فضیلت والا ہے)۔''(ترمذی)

اسی طرح شوال کا روزہ بھی فضیلت میں شعبان کے روزہ کی طرح زیادہ فضیلت والا روزہ

ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کو حرمت والے چاروں مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ،محرم اور رجب) میں روزہ رکھنے کے بجائے ماہ شوال میں روزہ رکھنے کی تاکید فرمائی۔(ابن ماجہ)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر جان وتن نچھاور کرنے والے ان جلیل القدر صحابی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس تاکیدی حکم پر آخری دم تک عمل کیا اور ہم تمام کے لئے اپنا قابل تقلید اسوہ نمونہ پیش فرمایا۔روایت میں ہے کہ حضرت اسامہ عیدالفطر کے دوسرے دن سے ہی پورے شوال کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ یہ معمول پوری زندگی قائم ودائم رہا حتی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کی بناپر خیرالقرون سے آج تک شوال میں روزہ رکھنے کا معمول چلا آرہا ہے اور شوال کے چھ روزوں کا بڑا اہتمام کیا جاتا رہا ہے اور ان چھ روزوں کو بہت ہی فضیلت واہمیت اور بڑے ہی اجر وثواب والا سمجھا جاتا ہے،یہی وجہ ہے کہ اکثر اصحاب علم وفقہ کے نزدیک شوال کے یہ چھ روزے مستحب ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت طاؤسؒ، حضرت شعبیؒ، حضرت میمونؒ، حضرت ابن مبارکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ، حضرت اسحاق بن راہویہؒ وغیرہ نے ان چھ روزوں کو مستحب قرار دیا ہے۔
(لطائف المعروف)

نیز جدید تحقیق کے مطابق حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام ابویوسفؒ کے نزدیک بھی ان چھ دنوں کا مستحب ہے۔ چنانچہ علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ نے اپنے رسالہ ’’تحریر الاقوال فی الصوم الست من شوال ‘‘میں ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ کا مسلک بھی امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مطابق ان روزوں کے استحباب کا ہے۔‘‘(درس ترمذی)

اور احناف اور مالکیہ کے علماء متاخرین کے نزدیک بھی شوال کے یہ چھ روزے جائز اور مستحب ہیں،اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شوال کے چھ روزوں کا اہتمام کرنا سارے مسلکوں میں جائز اور مستحب ہے۔

شوال کے ان چھ روزوں کے رکھنے کے چار طریقے منقول ہیں،ان میں سب سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ عیدالفطر کے بعد دو شوال سے سات شوال تک مسلسل روزے رکھے جائیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی ایک مرفوع روایت میں مسلسل چھ دن کا روزہ رکھنے کا ذکر موجود ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ’’جس نے عیدالفطر کے بعد لگاتار چھ دنوں (۲تا۷شوال) کے روزے رکھے تو اس نے گویا کہ پورے ایک سال کے روزہ رکھے۔‘‘
(طبرانی فی الاوسط)

یہی طریقہ حضرت امام شافعیؒ، امام ابن مبارکؒ اور بعض علمائے احناف کے نزدیک افضل ہے۔
(لطائف المعارف)

اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان چھ روزوں کو پورے ماہ شوال میں الگ الگ کرکے رکھا جائے، حنفیہ خاص طور پر حضرت امام ابویوسفؒ اور مالکیہ کے نزدیک یہی دوسرا طریقہ افضل ہے۔(فقہ السنہ)

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ان چھ روزوں کو دو سے سات شوال تک لگاتار رکھنا یا پورے شوال میں وقفہ وقفہ کرکے چھ روزے رکھنا دونوں صورت یکساں اور فضیلت میں برابر ہیں۔ حضرت امام وکیعؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور حضرت امام داؤد ظاہریؒ کے نزدیک یہ تیسرا طریقہ راجح ہے۔(لطائف وفقہ السنہ)

چوتھا طریقہ یہ ہے کہ عیدالفطر کے فوراً بعد روزہ نہ رکھا جائے، کیونکہ یہ دن کھانے پینے کے ہیں البتہ ایام بیض (یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کے ساتھ اس سے تین دن پہلے یا تین بعد روزہ رکھا جائے، یہ چوتھا طریقہ حضرت معمرؒ اور حضرت عبدالرزاق کے نزدیک راجح وافضل ہے۔
(لطائف المعارف)

یہ چاروں طریقے تمام ائمہ کرام کے نزدیک جائز ہیں، اختلاف صرف اور صرف فضیلت اور ترجیح کے تعلق سے ہے،یہی وجہ ہے کہ سب کے نزدیک ان طریقوں میں سے کسی طریقہ پر بھی عمل کرنے سے صیام الدہر یعنی سال بھر روزہ رکھنے کا ثواب ان شاء اللہ! ضرور ملے گا۔ چنانچہ حضرت امام ابن مبارکؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے شوال کے یہ چھ روزے الگ الگ رکھے تو ایسا کرنا بھی جائز ہے۔(ترمذی)

امام نوویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ: ’’اگر کوئی شخص (یہ چھ روزے) مسلسل نہ رکھ کر وقفہ کرکے ماہ شوال میں ان روزوں کا اہتمام کرے تو اس کو بھی وہی ثواب ملے گا جو مسلسل رکھنے والے کو ملے گا۔(شرح مسلم)

اس لئے ہم اہل ایمان کے لئے مناسب وبہتر یہ ہے کہ سہولت وآسانی کے مطابق چاروں طریقوں میں سے کسی بھی طریقہ کو اپنائیں اور سال بھر کے روزوں کا ثواب پائیں اور جنت الفردوس میں جگہ پائیں،یہی ہم تمام اہل ایمان کا مطلوب ومقصود اصلی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے بصمیم قلب دعا والتجا ہے کہ ہم تمام کو رمضان المبارک کی رحمتوں، برکتوں اور سعادتوں سے خوب خوب نوازے اور رمضان کے روزوں کے ساتھ ساتھ شوال کے چھ روزوں کی بھی توفیق دے اور صیام الدہر کے اجر وثواب سے مالا مال کرے اور جنت الفردوس میں داخل فرماکر ہم تمام کو کامیاب وکامران بنادے۔آمین۔

☆☆..........................☆☆

علم کیا ہے؟

(علم اور علماء کرام کی عظمت اور علماء کرام کی ذمہ داریوں کے حوالہ سے مختلف بیانات سے ماخوذ ملفوظات)

مولانا محمد سعد کاندھلوی (امیر تبلیغ)
انتخاب: مولانا محمد زین العابدین

میرے محترم دوستو، عزیزو!

زندگی کے ہر شعبے کو حکم پر لاؤ، حکم پر اُس وقت آسکو گے، جب ہر شعبہ کا علم حاصل کرو گے، جتنی جہالت ہوگی، اُتنا ہر شعبہ غیروں کے طریقوں پر جاوے گا۔

پاکستان علماء اور مدارس کا چمن:

اللہ نے تمہیں علم اور علماء کا ملک عطا فرمایا ہے، کیسا مدارس کا چمن یہ ملک ہے، اس پر جتنا شکر کرو کم ہے، کس طرح اللہ نے بڑے بڑے علماء کرام اور مفتیانِ عظام تمہیں دیئے ہیں، خدا نہ کرے، خدا نہ کرے! اگر ان سے اِستفادہ کا عزم نہ کیا اور ان سے تعلق قائم نہ کیا تو یہ بہت بڑی ناشکری ہوگی اور بہت بڑی نعمت کو ٹھکراؤ گے، کیونکہ دُنیا میں ایسے ایسے ممالک بھی ہیں، جہاں پورے ملک میں کوئی کلمہ سکھانے والا اور کوئی مسائل بتانے والا نہیں ہے، اللہ نے تمہیں علماء اور مدارس کا ملک عطا فرمایا ہے۔

علم اور علماء سے نفرت کرنا کفر ہے:

اس لئے بار بار عرض کرتا رہتا ہوں کہ علماء کی زیارت کو عبادت یقین کرو، علماء کی صحبت کو اپنی اوّلین ضرورت سمجھو، علماء سے محبت کرنا علم سے محبت کرنا ہے، اور علماء سے نفرت کرنا، علم سے نفرت کرنا ہے اور علم سے نفرت کرنا اور نماز سے نفرت کرنا برابر ہے اور نماز سے نفرت کرنا کفر ہے، کفر ہے، کفر ہے۔

علم کی فرضیت:

خدا کی قسم علم اُسی طرح فرض ہے، جس طرح نماز فرض ہے، ہر مؤمن مرد و عورت کے ذمہ علم کا حاصل کرنا اسی طرح فرض عین ہے، جس طرح نماز کا پڑھنا فرض عین ہے، مدارس کی طرف رُخ کرو اور اُپنے بچوں کو دینی مدارس میں داخل کرو۔

ہر وہ عمل اللہ کے یہاں قبول ہوگا جو علم کے مطابق ہو، اتنا ایمان کا سیکھنا ہر مؤمن کے ذمہ فرض عین ہے کہ جو اس کو اللہ کی پہچان کرائے، اسی طرح اتنا علم سیکھنا ہر مؤمن کے ذمہ فرض عین ہے جو اس کو حرام حلال کی تمیز کرادے، ہاں محدث بننا، فقیہ بننا، مفسر بننا یہ فرض کفایہ ہے یہ ہر ایک کے ذمہ فرض نہیں ہے۔

علماء کی مجالس اور علماء کی صحبت سے فائدہ اُٹھاؤ:

قدم قدم پر علماء سے پوچھ کر چلو لیکن اس خیال میں رہنا کہ میں تو بظاہر جو کررہا ہوں ٹھیک ہی کررہا ہوں، یاد رکھو اللہ کے یہاں کوئی عمل جہالت کے ساتھ قبول نہیں ہوگا، اور نہ جاننا اللہ کے یہاں عذر نہیں ہے کہ اللہ! مجھے تو معلوم نہیں تھا، جہالت عذر نہیں ہے، چونکہ اللہ نے سکھانے کے لئے رسول کو بھیج دیا۔ ”اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ (فاطر ۳۷)“ ”کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ شخص سمجھ سکتا تھا جو سمجھنا چاہتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا تھا“۔ یہاں تک کہ میرے دوستو! کوئی عمل اخلاص کے ساتھ بھی علم کے بغیر قبول نہیں ہوگا، ایک آدمی بڑا مخلص ہے لیکن جہالت کے ساتھ عمل کررہا ہے اللہ کے یہاں قبول نہیں ہوگا۔

ہر نئی معلومات علم نہیں ہے:

سب سے پہلے یہ سمجھو اور اُمت کو سمجھاؤ کہ علم کیا ہے؟ اہل باطل نے دھوکہ دہی سے مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ ”اگر تم نے صرف قرآن اور حدیث کو علم سمجھا تو تم بہت پیچھے رہ جاؤ گے، تمہیں دُنیا میں کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا، دیکھو صرف قرآن و حدیث علم نہیں ہے بلکہ سائنس بھی علم ہے، ڈاکٹری بھی علم ہے، انجینئرنگ، تجارت، دُنیا کی خاک چھاننا اور اسباب کی تحقیق کرنا یہ بھی علم ہے، تم صرف قرآن و حدیث ہی کو علم نہ سمجھنا“، یہ میں وہ بات کہہ رہا ہوں جو غیروں نے ہمیں سکھلائی ہے، میرے دوستو، عزیزو! آج اس بات کا سمجھانا بڑا جہاد ہے، بڑا جہاد ہے، بڑا جہاد ہے۔ ورنہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس زمانے میں نوجوانوں کے دماغوں پر یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ صرف قرآن و حدیث علم نہیں بلکہ دُنیوی فنون اور اُس کی معلومات کا حاصل کرنا یہ بھی علم کا حصہ ہے، لہٰذا جس علم سے ہمارا معاش متعلق ہے اُس علم کو اہم درجہ دینا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ اولادیں سترہ، اٹھارہ، بیس اور پچیس سال تک پہنچ جاتی ہیں اُنہیں کچھ خبر نہیں کہ اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے اور کون سا علم ہم پر فرض ہے، چونکہ انہیں یہ سمجھا دیا گیا کہ علم معاش کے حصول سے تمہاری زندگی متعلق ہے، اس لئے وہی علم ہے اور وہ یہ نہیں دیکھتے کہ معاش سے متعلق جو نام نہاد علم مجھ پر فرض کیا جارہا ہے یہ ایسا اندھا کنواں ہے کہ جس میں سمجھدار بھی ڈوب رہے ہیں اور ناسمجھ بھی۔ یہاں تک کہ موت آجاتی ہے اور بے دینی کی حالت میں دُنیا سے رُخصت ہوجاتے ہیں، ہائے افسوس!

میرے دوستو، عزیزو! اہل باطل نے اپنے فنون کو علم

قرار دے کر اُمت مسلمہ کو علم سے کاٹ دیا ہے، اور یہ باور کرا دیا کہ جو چاہو سیکھو سب علم ہے، نہیں میرے دوستو! ہرگز نہیں، علم صرف وہ ہے جو اللہ ہم سے چاہتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے چاہتے ہیں، صرف وہ علم ہے، سارا علم قبر کے تین سوالات پر محدود ہے: "مَنْ رَّبُّکَ، مَنْ نَّبِیُّکَ، مَنْ دِیْنُکَ"۔ گویا کہ علم نام ہے: "ربوبیت کا علم، شریعت کا علم اور سنت کا علم" جو کچھ اس کے سوا ہے نہ وہ علم ہے اور اس پر علم کی حدیثوں کو فٹ کرنا بڑی حماقت ہے۔

دُنیوی فنون کی رغبت کے لئے اَحادیث علم کو فٹ کرنا گمراہی ہے:

یہ تو گمراہی ہے کہ دُنیوی فنون کے لئے علم کی اَحادیث کو اِستعمال کرکے دُنیوی فنون کی رغبت پیدا کی جائے، میرے دوستو عزیزو! یہ بڑی گمراہی ہے۔

موجودہ زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ یہ کہنا ہے کہ "جدید آلات واَسباب نے علماء سے مستغنی کردیا":

اس لئے میں بار بار کہتا رہتا ہوں کہ علم علماء کی صحبت سے حاصل کرو، آج لوگ کہتے ہیں کہ آلات و اسباب نے علماء سے مستغنی کردیا کہ ہم تو علم خود ہی حاصل کرلیں گے، کہ اَب تو سارا علم آلات پر آگیا ہے، کیا ضرورت ہے علماء کی؟ یہ اس زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ ہے کہ اُمت کو اَپنی دینی رہبری کے لئے علماء کی ضرورت نہ رہے، اس لئے میں اہتمام سے کہہ رہا ہوں کہ علماء کی زیارت کو عبادت یقین کرو اور اَپنی اولادوں کو دینی مدارس میں داخل کرو، ورنہ میرے دوستو عزیزو! اُمت اس دھوکہ میں پڑ چکی ہے کہ یہی سب کچھ علم ہے جو چاہو سیکھو، نہیں میرے دوستو! ہرگز نہیں، علم صرف وہ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر اللہ ہم سے چاہتے ہیں، صرف اس کو علم کہتے ہیں۔ غیروں کے تجربات کو علم سمجھنا سب سے بڑی جہالت ہے۔

نئی پود کی جہالت کی وجہ:

میرے دوستو عزیزو! اس بات کو تسلی، سنجیدگی اور بہت ہی ٹھنڈے دماغ سے سمجھنا ہوگا، میں نئی پود کی جہالت کی وجہ بتا رہا ہوں کہ اگر اُن کو یہ سمجھا دیا جاتا کہ یہ (قرآن وسنت) علم ہے، وہ (عصری ذرائع) فن ہے، تب بھی معاملہ آسان تھا کہ یہ دونوں چیزوں کو حاصل کرلیتے، دُنیوی فنون کو اَپنی دُنیوی ضرورت کے لئے اور علم اِلٰہی کو دُنیا اور آخرت میں کامیابی کے لئے، لیکن مشکل یہ ہے کہ اُن کو سمجھایا گیا ہے کہ علم یہ نہیں علم یہ ہے، اور یہاں تک سمجھا دیا گیا کہ جو علم اِلٰہی ہے وہ علماء سے متعلق چیز ہے، وہ علماء جانیں سمجھاتے ہیں، ہم سے متعلق جو علم ہے یہ تو دُنیا کا علم ہے۔

اَپنی جہالت کا اِحساس کب ہوگا؟:

جب تک علم اور فن ان دونوں کے درمیان فرق نہیں کیا جاوے گا اُس وقت تک اَپنی جہالت کا اِحساس نہیں ہوگا اور علم اِلٰہی کے حاصل کرنے کی فکر اور رغبت نہیں پیدا ہوگی، یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں کہ علم صرف وہ ہے جو ہم سے ہمارا رب چاہتا ہے، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علم میں لگنا اس بات کی توفیق میں لگنے کو کہتے ہیں کہ ہم سے ہمارا رب کیا چاہتا ہے؟ مخلوق ہم سے کیا چاہتی ہے اس میں لگنے کو تو کہیں بھی علم نہیں کہا گیا۔

دُنیوی فنون کو علم صرف قارون نے سمجھا ہے:

میری بات ذرا غور سے سننا! اگر دُنیوی فنون کو علم سمجھا ہے تو وہ صرف قارون نے سمجھا تھا، اسی قارونیت پر ہم سب چل رہے ہیں، کیونکہ جب اُس سے یہ کہا گیا کہ یہ اللہ نے تجھے جو کچھ دیا ہے اس میں دارِ آخرت کی جستجو کرتا رہ اور دُنیا میں سے اپنا حصہ فراموش مت کر اور اس میں اللہ کے حکم کے مطابق چل "وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰکَ اللّٰہُ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا" تو اُس نے کہا کہ یہ سب کچھ مجھے میرے علم کی وجہ سے دیا گیا ہے "قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ" جس فن کو قارون علم کہہ رہا ہو، اس کو ہم بھی علم کہیں؟ یہ ہماری جہالت نہیں ہوگی تو پھر کیا ہوگا؟ قارون کا یہ کہنا کہ "اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ" یہ بتلا رہا ہے کہ یہ قارون کا علم ہے کسی نبی کا علم نہیں کہ جو کچھ مال میرے پاس ہے یہ میں نے اَپنے فن اور علم سے کمایا ہے، یہ اللہ نے نہیں دیا ہے، ہمیں علم اور فن میں فرق کرنا ہوگا تاکہ ہمارے دلوں میں اس علم کی اہمیت پیدا ہو، جس کو اللہ نے ہم پر فرض کیا ہے، جس کو علم شریعت کہتے ہیں۔

ہم دُنیوی فنون کی تحصیل سے نہیں روکتے:

دیکھو! ہم دُنیوی فنون سیکھنے سے نہیں روکتے، بالکل نہیں روکتے یہ ایک ضرورت ہے، جس چیز کی جو اہمیت ہے اُس کو اُس کے درجہ میں رکھنا چاہیے، لیکن دُنیوی فنون کو حاصل کرنے کے لئے اُن حدیثوں کا استعمال جو محض علم اِلٰہی کے لئے ہیں، یہ انتہائی بے وقوفی کی بات ہے۔

توریت کے مطالعہ کی خبر پر نبی پاک ﷺ کا غصہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک بار یہ خیال پیدا ہوا کہ ہمیں یہ بھی تو معلوم کرنا چاہیے کہ ہم سے پہلے نبیوں پر کیا احکامات نازل ہوئے تھے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو توریت اور انجیل پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اور کچھ اَوراق ہاتھ میں لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "یہ ہاتھ میں کیا ہے؟" عرض کیا: "یا رسول اللہ! میں نے توریت پڑھی ہے، تاکہ ہماری معلومات میں اضافہ ہو کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کیا احکامات نازل فرمائے تھے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر اتنا غصہ آیا کہ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہوگئے، اتنا آپ کو غصہ تھا کہ انصار تلواریں لے کر آگئے کہ آپ کو کس نے ستایا ہے؟ سارا غصہ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ پر تھا کہ ''عمر نے توریت کیوں پڑھی ہے؟ جو قرآن میں لے کر آیا ہوں، جو علم سنت اور طریقت وشریعت میں لایا ہوں کیا عمر کی نجات کے لئے یہ کافی نہیں ہے؟'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لو کان موسیٰ حیاً لما وسعہ الا اتباعی''۔(مشکوٰۃ کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب و السنۃ، الفصل الثانی، ج:۱، ص:۳۰، قدیمی) اگر آج موسیٰ زندہ ہوکر آجائیں تو ان کی نجات بھی میرے طریقہ پر ہے۔ اگر تم اب موسیٰ کا طریقہ اختیار کیا تو گمراہ ہوجاؤ گے۔

بہت خطرے کی بات:

آپ غور کریں اور اندازہ کریں کہ ایک اتنا بڑا عالم عمر (رضی اللہ عنہ) کہ جن کا مقام یہ ہے کہ ''لَوْ کَانَ بَعْدِی نَبِیًّا لَکَانَ عُمَرُ'' کہ میرے بعد اگر نبوت کا دروازہ کھلا ہوتا تو عمر نبوت کی اِستعداد رکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ اللہ کی کتاب کو سمجھنے والے تھے، اس درجہ کا صحابی سب کچھ سیکھنے کے بعد توریت پڑھ رہا ہے، توریت بھی وہ پڑھی، جو غیر تحریف شدہ پہلے نبی کا علم شریعت تھا، اللہ کی طرف سے ایک نبی پر نازل ہوا تھا، اُس پر بھی آپ کو اتنا غصہ آیا کہ آنکھیں سرخ ہوگئیں، تو آپ اندازہ کریں کہ جو علم علم تھا لیکن اب منسوخ ہوگیا، اُس کی تحصیل کی خواہش پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر آپ کو اتنا غصہ آیا تو جو علم سرے سے علم ہی نہیں دُنیوی فن ہے، اگر مسلمان اس زمانہ میں اسے علم الٰہی سے جاہل ہوکر حاصل کرکے اپنے آپ کو عالم سمجھے اور علم کی حدیثیں اُس پر فٹ کرے تو ایسے لوگوں پر قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر غصہ آوے گا اندازہ کرلیا جاوے۔

ہمیں دعوت کے ذریعہ ایمان کی طرح علم کی بھی ضرورت ہے:

ہمیں جس طرح دعوت سے ایمان کی ضرورت ہے اُسی طرح دعوت کے ذریعہ سے علم کی بھی ضرورت ہے اور علم کو بھی اخلاص چاہیے جو ہمارے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کرے کیونکہ جس دل میں اللہ کا خوف نہیں ہے وہ عالم نہیں ہوسکتا، اسے اسلام کی معلومات ضرور ہوں گی لیکن وہ عالم نہیں ہوسکتا۔

عالم وہ ہے جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو:

عالم کے لئے تو شرط ہے کہ اُس کے دل میں اللہ کا خوف ہو کیونکہ اللہ نے حصر کے ساتھ فرمادیا: ''اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا'' علم تقویٰ کا نام ہے، علم زندگی کے تمام شعبوں میں چوبیس گھنٹے اللہ کے حکموں کا پابند ہوکر چلنے کا نام ہے۔ فرمایا علم دو قسم کا ہے: ''اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمٌ فِی الْقَلْبِ فَذَاکَ عِلْمُ النَّافِعِ وَعِلْمٌ اللِّسَانِ فَذَاکَ حُجَّۃُ اللّٰہِ لِابْنِ آدَمَ'' علم دو قسم کا ہے، ایک زبان کا اور دل کا، زبان کا علم وہ ہے حدیث میں آتا ہے کہ جو اِنسان کے لئے قیامت کے دن مصیبت بنے گا، اُس کے خلاف حجت بنے گا اور دل کا علم وہ ہے جو ابن آدم کو نفع دے گا، علم کا تقاضہ یہ ہے کہ اُس کے ذریعہ اللہ کا خوف پیدا ہو، علم کے ذریعہ خشیت پیدا ہو وہ علم الٰہی ہے، سب سے بڑا عالم وہ ہے جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو، اس لئے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں'' فرمایا: ''اِتَّقِ اللّٰہَ تَکُنْ اَعْلَمَ النَّاسِ'' کہ تقویٰ اختیار کرو تم سب سے بڑے عالم ہوجاؤ گے۔ علم اللہ کی صفت ہے وہ اللہ سے تعلق کے بقدر حاصل کیا جاتا ہے۔

''اللہ والا علم'' علماء کے پاس اَمانت ہے:

''اللہ والا علم'' ہر عالم کے پاس اَمانت ہے، اَمانت پہنچانے والا معاوضہ نہیں لیا کرتا یہ تو اُس کے ذمہ ہے، جس طرح ڈاکیہ ڈاک پہنچاتا ہے اس کی تنخواہ حکومت کے ذمہ ہوتی ہے اسی طرح میرے دوستو! عالم کا معاوضہ اللہ کے ذمہ ہے۔ جب اُمت میں دین سیکھنے کے لئے خرچ کرنے کا جذبہ نہ رہے تو اب علماء پر ذمہ داری ہے کہ اُمت کو ہر حال میں دین سکھلایا جائے اور اس کا معاوضہ نہ لیا جائے۔ ''لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مَالًا، لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا'' علم کو پہنچاؤ اُمت کی اَمانت سمجھ کر۔ لیکن کسی غلط فہمی میں نہ رہیے کہ اگر کسی کو دین پھیلانے، قرآن سکھلانے اور علم سکھلانے کی تنخواہ ملتی ہے تو یہ اُس کے پڑھانے کا ہرگز بدل نہیں ہے بلکہ یہ اُس مشغلہ کا بدل ہے جس مشغلہ کو چھوڑ کر یہ عالم دین کی خدمت میں لگا ہوا ہے اور وہ عالم بھی اُس کو دینی خدمت کا بدل کبھی نہ سمجھے۔ علم سکھلانے کا کوئی بدل نہیں، سوائے جنت کے۔ ظاہر بات ہے یہ ایک اِنسان ہے، اس کے ساتھ ضروریات لگی ہوئی ہیں، اس کو دُنیا میں کوئی مشغلہ بھی کرنا تھا تجارت بھی کرنی تھی، لیکن اس نے تجارت اور دیگر معاشی کاموں کو چھوڑ کر بچوں کو پڑھانے میں اپنا وقت لگایا تو یہ اُس مشغلہ کا بدل ہے جس کو چھوڑا گیا ہے۔ (جاری ہے)

مولانا عبدالرحمن غفاری کو صدمہ

ڈیرہ غازی خان (مولانا عبدالعزیز لاشاری) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ڈیرہ غازی خان کے امیر مولانا عبدالرحمن غفاری کی والدہ اور مجاہد ختم نبوت مولانا صوفی اللہ وسایا کی اہلیہ کا ۲۷ رجون کو انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ میں ضلع بھر کی مذہبی اور سیاسی شخصیات نے شرکت کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ، شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ اور مجلس کے مقامی راہنماؤں نے مرحومہ کی مغفرت کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی کامل مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

دو انبیائے کرامؑ کا مناظرہ

جناب محمد ولی رازی صاحب

حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہم عصر بھی ہیں اور پڑوسی بھی۔ ان دونوں حضرات کی پیدائش میں بھی چند امتیازی خصوصیات ہیں۔ مثلاً حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نام خود اللہ تعالیٰ نے رکھا اور یہ نام آپ علیہ السلام سے پہلے بھی کسی کا نہیں رکھا گیا۔ قرآن کریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کو مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ”اے زکریا! ہم تمہیں ایک ایسے لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس سے پہلے ہم نے اس کے نام کا کوئی شخص پیدا نہیں کیا۔“ (سورۂ مریم:۷)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خلاف عادت بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور ان کا نام بھی (غالباً) اللہ تعالیٰ نے ہی رکھا ہے۔ سورۂ مریم میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ”یہ ہیں عیسیٰ بن مریم۔“

پھر یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا گیا اور ان پر موت واقع نہیں ہوئی۔ اب بھی زندہ ہیں اور آخر زمانے میں زمین پر نازل ہوں گے اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیں گے، دجال کو قتل کریں گے، عدل وانصاف کی حکومت قائم کریں گے۔

یہاں مجھے قادیانیوں کا ایک مشہور مغالطہ یاد آیا۔ اس کی وضاحت یہاں ضروری معلوم ہوتی ہے۔ نزول مسیح امت مسلمہ کا ایک ایسا عقیدہ ہے، جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے پہلے نازل ہونے کے بارے میں قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں۔ زمین پر نازل ہونے کے بعد بھی نبی ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نبوت دے کر کسی سے نبوت کا منصب واپس نہیں لیتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی، بلکہ حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وہ نبی کی حیثیت سے آئیں گے، اس لئے مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ وہ بروزی نبی ہے۔

اس کا تفصیلی جواب تو علمائے کرام نے بہت تفصیل سے ضخیم کتابوں میں دیا ہے۔ خود احقر کے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے اپنی کتاب ختم نبوت میں قرآن کریم کی ۱۰۰ آیات اور ۲۱۰ احادیث سے دلائل جمع کرکے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوچکی اور آپ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی دنیا میں نہیں آئے گا۔

اس مغالطے کا مختصر جواب یہ ہے کہ بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئیں گے تو نبی ہی ہوں گے، لیکن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت پر عمل کریں گے۔ خود پر نازل ہونے والی انجیل کو منسوخ ہی قرار دیں گے اور ان کو یہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے صدیوں پہلے عطا ہوئی تھی، آپ کے بعد نہیں دی گئی۔ راقم نے ابھی ایک کتابچہ ”ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت“ کے عنوان سے تالیف کیا ہے جو ان شاء اللہ! جلد چھپ کر آجائے گا۔

یہ بات حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ضمناً آگئی۔ اس سے ان شاء اللہ! قادیانیوں کے اس مغالطے اور فریب کا کسی حد تک جواب ہوجائے گا۔

اصل مقصود تو اس تحریر کا حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا ایک مکالمہ اور اس پر حق تعالیٰ شانہ کا فیصلہ سنانا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام پر کثرت سے گریہ طاری رہتا تھا۔ ان دونوں حضرات کے درمیان اس مناظرے کی تفصیل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے یوں بیان فرمائی ہے:

”حضرت یحییٰ علیہ السلام پر خشیت کا بہت غلبہ تھا اور زیادہ وقت رونے میں گزرتا تھا۔ یہاں تک کہ روتے روتے رخساروں کا گوشت گل کر نکل گیا تھا، کیونکہ آنسوؤں میں ایک قسم کا تیزاب ہوتا ہے۔ آپ کی والدہ روئی کے پھائے رخساروں پر چپکا دیتی تھیں، تاکہ بدنما نہ معلوم ہوں۔ آپ کے والد حضرت زکریا علیہ السلام جب عذاب نار کا ذکر فرماتے تو پہلے یہ دریافت کرلیتے تھے کہ اس مجلس میں یحییٰ علیہ السلام تو نہیں ہیں؟ جس مجلس میں وہ ہوتے، اس میں عذاب کا ذکر نہ فرماتے تھے۔“

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ”اے یحییٰ! تم اتنا روتے ہو، گویا تم کو خدا تعالیٰ سے رحمت کی امید ہی نہیں ہے۔“

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”اے عیسیٰ! تم اتنا ہنستے ہو، گویا تم کو قہر الٰہی کا اندیشہ ہی نہیں ہے۔“

دونوں نے ایک دوسرے کو جواب دے دیا۔ اب حق تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ صادر ہوا۔ وحی نازل ہوئی کہ اے یحییٰ! خلوت میں تو تم ایسے ہی رہو، جیسے اب ہو اور مخلوق کے سامنے ویسے رہو، جیسے عیسیٰ ہیں۔ یعنی ہنستے اور تبسم کرتے رہا کرو۔ بندوں کے سامنے زیادہ نہ رویا کرو، کہیں ہمارے بندوں کا دل نہ ٹوٹ جائے اور وہ (ہماری رحمت سے) مایوس نہ ہوجائیں۔“

اور عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ: اے

عیسیٰ! ہمارے بندوں کے سامنے تو تم ویسے ہی رہو، جیسے اب تک ہو اور خلوت میں ویسے رہو جیسے یحییٰ ہیں۔ یعنی خلوت میں ہمارے عذاب کو یاد کر کے رویا کرو۔ عجیب فیصلہ ہے، جس میں ہر ایک کو اس کی حالت سے کچھ کچھ ہٹایا گیا ہے۔

(مواعظ اشرفیہ، ج:۱۱، ص:۳۴۶)

اس واقعے میں تین انبیائے کرام کا ایک ساتھ اجتماع ہے۔ حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام۔ ہر ایک کا رنگ جدا اور ہر ایک کا حال الگ ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام پر خشیت کا غلبہ ہے، ان کا گریہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے معاذ اللہ مایوس ہیں۔ یہ مایوسی تو کفر ہے اور وہ نبی ہیں، بلکہ ان کا یہ حال اللہ تعالیٰ کی عظمت اور استغنا کی شان کے استحضار کی وجہ سے تھا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بادلوں کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے تھے کہ پتہ نہیں، یہ بادل رحمت لے کر آ رہے ہیں یا قہر۔ ان تینوں انبیائے کرام میں یہ بات مشترک ہے کہ یہ تینوں حضرات یہودیوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کئے گئے تھے اور یہودی ان تینوں کے سخت دشمن تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو انہوں نے قتل کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی دانست میں سولی دے دی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے قتل کیا۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں انبیائے کرام کو ان کی موجودہ حالت سے تھوڑا ہٹا دیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو لوگوں کے سامنے ہنسنے اور تبسم کرنے کی ہدایت فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تنہائی میں رونے کی تلقین کی۔ اس میں دونوں حضرات انبیا کو دو سعادتیں عطا فرمائی گئیں۔ اب تک تو وہ اپنے موجودہ حال کی وجہ سے روتے یا ہنستے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں ایسا کریں گے تو یہ عبادت ہوگی، پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام لوگوں کے سامنے خوش رہیں گے تو یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تنہائی میں روئیں گے تو یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی سنت پر عمل ہوگا۔ (واللہ اعلم)

حق تعالیٰ شانہ کا یہ عجیب فیصلہ ایسا ہی ہے، جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان فیصلہ فرمایا تھا۔ ایک بار آنحضرت دونوں حضرات کے مکان کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عمرؓ کو دیکھا تو وہ خوب بلند آواز سے تہجد کی نماز میں قرأت کر رہے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ کو دیکھا کہ بالکل آہستہ پڑھ رہے ہیں۔ صبح کو آپ نے ہر ایک سے سوال فرمایا:

اے ابوبکر! تم اتنا آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے؟ آپؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جس سے میں مناجات کر رہا تھا، اس کو سنا رہا تھا اور حق تعالیٰ تو آہستہ (آواز) کو بھی سنتے ہیں، پھر حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ تم چلا کر کیوں پڑھ رہے تھے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میں شیطان کو بھگا رہا تھا اور اونگھنے والوں کو جگا رہا تھا کہ وہ بھی اٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کریں۔

آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم کسی قدر اپنی آواز کو بڑھا دو اور اے عمر! تم کسی قدر آواز کو پست کر دو۔ اس میں ہر ایک کو ان کی طبیعت سے نکال کر دوسرے مرکز پر ڈالا ہے، پھر آپؐ کے اس فیصلے کی تصدیق میں قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

ترجمہ: ”اور تم اپنی نماز نہ بہت اونچی آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے، بلکہ ان دونوں کے درمیان راستہ اختیار کرو۔“

(بنی اسرائیل:۱۱۰)

مسلمانوں کی نماز میں جب بلند آواز سے تلاوت کی جاتی تھی تو مشرکین شور مچا کر مذاق اڑایا کرتے تھے اور اس میں خلل ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس لئے فرمایا کہ بہت اونچی آواز سے تلاوت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہئے، کیونکہ معتدل آواز زیادہ پسندیدہ ہے۔

یہ تو صحابہ کرام کا مختلف معاملہ تھا، جس کا فیصلہ آپ نے فرما دیا۔ اس میں بھی علماء کرام نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ اب تک یہ دونوں حضرات اپنی طبیعت کے زیر اثر تلاوت کرتے تھے۔ اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد یہ تلاوت حکم رسول کی اطاعت ہوگی، جو تلاوت کے علاوہ دوسری عبادت ہوگی، چونکہ آپ کا مرتبہ صحابہ کرامؓ سے بہت بڑھا ہوا ہے، اس لئے ان کا فیصلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اور مذکورہ دونوں انبیائے کرام کا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑھا ہوا کون ہوسکتا ہے۔ حضرت تھانویؒ اپنے ماموں صاحب کا یہ مقولہ نقل کرتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ ”ولی را ولی می شناسد“ کیونکہ بعض دفعہ ولی کو دوسرا ولی نہیں پہچانتا۔ ہاں نبی پہچانتا ہے، کیونکہ نبی کا مقام ولی سے بلند ہے۔ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام دونوں کا مرتبہ برابر ہے۔ اس لئے ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مضمون کا حاصل یہ ہے کہ انبیائے کرامؑ کی زندگیاں لوگوں کی ہدایت کے لئے ہوتی ہیں، لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ عقائد اور اعمال میں تو ہر قوم پر نبی کی اطاعت واجب ہے، لیکن ان کے طبعی حالات اور ذاتیات پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔

حق تعالیٰ شانہ سے رحمت کی امید رکھنا اور اس کے غصے اور قہر سے ڈرنا تمام عبادات کی روح ہے۔ رحمت اور خوف کا اثر ہر شخص پر اس کے اپنے مرتبے کے مطابق ہوتا ہے۔ بزرگوں کی صحبت اور ان کی تحریریں ان دونوں جذبوں کو اعتدال کے ساتھ دل میں قائم کرنے میں بہت مدد کرتی ہیں۔ ☆☆

آدابِ معاشرت!

ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی

”یا أیُّھا الَّذِیْنَ آمَنُوا لا تَدْخُلُوا بُیُوتَ النَّبِیِّ إلَّا أنْ یُؤذَنَ لَکُمْ إلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نَاظِرِیْنَ إنَاهُ وَلٰکِنْ إذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوا فَإذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ إنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیِی مِنْکُمْ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیِی مِنَ الْحَقِّ وَإذَا سَألْتُمُوهُنَّ مَتَاعاً فَاسْألُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ذٰلِکُمْ أطْهَرُ لِقُلُوبِکُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا کَانَ لَکُمْ أنْ تُؤذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أنْ تَنکِحُوا أزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أبَداً إنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِندَ اللّٰهِ عَظِیْماً.“ (الاحزاب:۵۳)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو، مگر یہ کہ تم کو کسی کھانے پر آنے کی اجازت دی جائے، نہ کہ انتظار کرتے ہوئے کھانے کی تیاری کی، لیکن جب تم کو بلایا جائے تو ضرور آؤ، پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ، باتیں کرنے نہ لگے رہو تمہاری یہ حرکتیں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف دیتی تھیں، لیکن وہ تمہارا لحاظ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ حق کے اظہار میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا اور جب تم کو نبی کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے، تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو تکلیف پہنچاؤ، اور نہ یہ جائز ہے کہ تم اس کی بیویوں سے اس کے بعد نکاح کرو، یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔“

پیش نظر آیت کریمہ میں مسلمانوں کے ایک دوسرے کے گھروں میں آنے جانے اور اسلامی معاشرت سے متعلق چند آداب واحکام بیان کئے گئے ہیں، سبب نزول کے اعتبار سے چونکہ اس کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے ہے، اس لئے بیوت النبی کا ذکر فرمایا گیا ہے، لیکن ان احکام میں عموم پایا جاتا ہے، کیونکہ شریعت کا یہ مسلمہ اصول ہے:

”العبرة العموم اللفظ لا لخصوص السبب“

یعنی اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے سبب کے اختصاص کا نہیں۔

آداب کی تعلیم میں چار احکام دیئے گئے ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ چار ادب سکھائے گئے ہیں:

پہلا ادب یہ ہے کہ جب تک تمہیں گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے یعنی تمہیں کھانے کی دعوت نہ دی جائے، اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں تمہیں داخل ہونے کی اجازت نہیں، اس میں دو ادب سکھائے گئے ہیں، ایک یہ کہ گھروں میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلبی ضروری ہے اور اگر اجازت نہ دی جائے تو واپس پلٹ جاؤ۔

دوسری یہ بات کہ کسی دعوت میں بن بلائے مت جاؤ، بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ فلاں جگہ کھانے کی تقریب ہے تو وہ بن بلائے پہنچ جاتے ہیں، اس آیت کریمہ میں اس سے روکا گیا اور بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر اپنے عمل سے اس کی وضاحت فرمائی۔

تیسرا ادب یہ سکھایا گیا ہے کہ اگر کسی دعوت میں بلایا جائے تو اسے بہانہ بنا کر کھانے کی تیاری کے انتظار میں وہیں دھونی مار کر مت بیٹھ رہو، جس دین نے اپنے ماننے والوں کو قناعت اور کفایت کی تعلیم دی ہے اور فقیری اور ناداری کی حالت میں بھی خودداری کا ادب سکھایا ہے، ان کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ کسی طماعی اور سفلہ پن کا اظہار کریں اور ساتھ ہی یہ بات بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کا رہن سہن نہایت سادہ تھا، زنانہ مکانوں کے ساتھ مردانہ بیٹھکیں نہیں تھیں۔ ایسے میں قبل از وقت لوگوں کا جمع ہو جانا اہل خانہ کے لئے اذیت کا باعث ہوتا تھا۔ اس لئے اس بات سے روکا گیا کہ کھانے کے پکنے کے انتظار میں مت بیٹھو۔ آیت میں ناظرین منتظرین کے معنی میں ہے اور انٰہ میں انا کھانا پکنے کو کہتے ہیں۔

اس کے بعد گھروں اور تقریبات میں آنے کے لئے صحیح طریقہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب تمہیں بلایا جائے تو کھانے کے وقت پہنچنا کہ میزبان کو کوئی دشواری پیش نہ آئے اور جب کھانا کھا چکو تو وہاں سے منتشر ہو جاؤ طویل باتیں چھیڑ کر وہاں نہ بیٹھے رہو، کیونکہ بعض دفعہ مہمانوں کا کھانے کے بعد دیر تک بیٹھے رہنا میزبان کے لئے باعث کلفت ہوتا ہے، ممکن ہے کہ میزبان کے لئے اس کے بعد کچھ اور ضروری مصروفیات ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جگہ کی تنگی کے باعث مہمانوں کو باری باری کھلایا جا رہا ہو، ظاہر ہے کہ پہلے مہمانوں کے جانے کے بعد دوسرے مہمانوں کو کھانے پر بلایا جا سکے گا اور اگر پہلے مہمانوں میں سے کچھ لوگ باتوں میں لگے بیٹھے رہیں تو میزبان کو بھی

تکلیف ہوگی اور مہمان بھی اذیت محسوس کریں گے۔

ہاں! اگر یہ اندازہ ہو سکے کہ میزبان کی خواہش ہے کہ مہمان دیر تک تشریف رکھیں تاکہ اس کی تقریب کے لئے رونق کا سامان بنیں اور جگہ کی کشادگی کے باعث کسی تنگی کا بھی اندیشہ نہ ہو تو پھر دیر تک بیٹھنے اور باتوں میں لگے رہنے میں کوئی حرج نہیں۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کریم النفسی اور مروت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بہت بلند وبالا خصلتوں اور عادتوں کا پیکر بنایا ہے۔ اس لئے تمہارا وقت سے پہلے آبیٹھنا اور پھر دیر تک بیٹھ کر باتیں کرتے رہنا اور اجازت لئے بغیر اندر چلے آنا.... اس سے انہیں جگہ کی تنگی اور مردانہ اور زنانہ حصہ ایک ہونے کی وجہ سے جو اذیت پہنچتی تھی وہ اپنی کریم النفسی کے باعث اس کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔ تکلیف برداشت کر لیتے تھے لیکن مہمانوں سے کچھ کہنا لحاظ اور مروت کے خلاف سمجھتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ حق کے اظہار میں کسی کا لحاظ نہیں فرماتا، یہ باتیں اسلامی معاشرت کے نقطۂ نگاہ سے بہت نقصان دہ ہیں اور ان ہی سے بہت سے مفاسد بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ تمہیں ان باتوں سے آگاہ فرما رہا ہے تاکہ اسلامی معاشرہ انسانی خصائل حمیدہ کا صحیح ترجمان ثابت ہو۔

صحابہ کرام کا معاشرہ جو ہمہ وقت و ہمہ جہت تربیت کے بعد تمام نوع انسانی کے لئے ایک نمونے کا معاشرہ بنا، یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اعجاز اور اسلامی اخلاق کا اثر تھا، ورنہ اہل عرب اپنے عادات واطوار میں اس وقت تک دنیا میں سب سے زیادہ اجڈ اور غیر شائستہ تھے، وہ معاشرے کے بنیادی آداب سے بھی تہی دامن تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت میں جس طرح نہایت حکیمانہ طریقہ اختیار کیا، اسی طرح اپنے مزاج کے خلاف ان کی بہت سی ناشائستہ باتوں کو بھی برداشت کیا اور جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کریم النفسی کے باعث لوگوں کی غلط باتوں پر ٹوکنا اور خاص طور پر گھر آئے ہوئے مہمانوں کی کسی بات پر تنبیہ کرنا خلاف مروت سمجھتے تھے، اس لئے آپ اذیت برداشت کرتے تھے لیکن کہنا پسند نہ تھا۔ آپ کے خادم خاص حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ حضرت زینبؓ کے ولیمے میں سب لوگ تو کھانے سے فارغ ہو کر رخصت ہو گئے مگر دو تین حضرات بیٹھ کر باتیں کرنے میں لگ گئے۔ تنگ آ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ازواج مطہرات کے یہاں ایک چکر لگایا، واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ حضرات بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ پھر پلٹ گئے اور حضرت عائشہؓ کے حجرے میں جا بیٹھے، اچھی خاصی رات گزر جانے کے بعد جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ چلے گئے ہیں، تب آپ حضرت زینبؓ کے مکان میں تشریف لائے، اس کے بعد یہ آیات نازل ہوئیں اور اصلاح معاشرت کے ساتھ ساتھ پردے کے بھی چند احکام دیئے گئے اور سورۂ نور میں ان احکام کی تکمیل کی گئی۔ ☆☆

عید کی نماز کا طریقہ

مفتی سعید احمد اوکاڑوی مدظلہ

۱:... عیدالفطر کی نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اول میں یہ نیت کرے کہ میں چھ زائد تکبیروں کے ساتھ عید کی دو رکعت واجب نماز پڑھتا ہوں۔

نیت کے مذکورہ الفاظ زبان سے کہنا ضروری نہیں، دل میں ارادہ کر لینا بھی کافی ہے۔ نیت کر کے تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور ''سبحانک اللھم'' آخر تک پڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے، ہر مرتبہ تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے، تکبیر کے بعد ہاتھ لٹکائے، دو تکبیروں کے درمیان اتنی دیر تک ٹھہرے جس میں تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہا جا سکے۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے اور ''اعوذ باللہ'' اور ''بسم اللہ'' پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھ کر رکوع وسجدہ کر کے کھڑا ہو، دوسری رکعت میں پہلے سورۂ فاتحہ اور سورۃ پڑھ لے، اس کے بعد تین تکبیریں اسی طرح کہے، لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ لٹکائے رکھے اور پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔

۲:... نماز کے بعد منبر پر کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھے جتنی دیر جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے ہیں۔

۳:... عیدین کی نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے۔

۴:... اگر کوئی شخص عید کی نماز میں ایسے وقت آ کر شریک ہوا کہ امام تکبیر پڑھ چکا تھا تو اگر قیام میں آ کر شریک ہوا ہو تو نیت باندھنے کے بعد فوراً تکبیریں کہہ لے، اگرچہ امام قرأت شروع کر چکا ہو اور اگر رکوع میں آ کر شریک ہوا ہو تو اگر غالب گمان یہ ہو کہ تکبیروں سے فارغ ہونے کے بعد امام کے ساتھ رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر تکبیر کہہ لے، اس کے بعد رکوع میں جائے، رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں شریک ہو جائے اور حالت رکوع میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہہ لے مگر حالت رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے اور اگر اس کی تکبیریں پوری ہونے سے پہلے امام رکوع سے سر اٹھا لے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور اس صورت میں جتنی تکبیریں رہ گئی ہیں وہ معاف ہیں۔

۵:... عیدین میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں۔

(شامی، ہدایہ، تسہیل بہشتی زیور، کفایت المفتی)

سیّدالانبیاء ﷺ کی محنت کا نقطۂ آغاز

انسانی قلوب سے ہوا تھا

مولانا ضمیر رشیدی

درخت کی جڑ کا تعلق جب تک زمین سے مضبوط رہتا ہے، تب تک وہ ہوا، پانی، روشنی اور دوسری چیزوں سے نہ صرف فائدہ اٹھاتا ہے بلکہ وہ دوسروں کے لئے پھل، پھول، سایہ اور ٹھنڈی ہوا کا ذریعہ بنا رہتا ہے۔ مگر جوں ہی اس کا تعلق زمین سے ٹوٹتا ہے، پانی اور کھاد وغیرہ فائدہ پہنچانے والی چیزیں اب اس کے نقصان کا باعث بنتی چلی جاتی ہیں۔ مثلاً ہوا اس کی پتیوں کو شاخوں سے جدا کرتی ہیں۔ پانی اس کی ٹہنیوں کو سڑاتا ہے۔ سورج کی گرمی اس کے تنوں کو سکھانا شروع کردیتی ہے۔ گویا درخت کے مختلف چیزوں سے فائدہ اٹھانے یا نقصان اٹھانے کا راست تعلق زمین سے اس کے تعلق پر موقوف ہے۔

ٹھیک اسی طرح انسانی سماج و معاشرہ میں ہر قسم کی بھلائی اور بگاڑ کا براہ راست تعلق انسانی قلوب سے وابستہ ہے۔ دل بگڑتا ہے تو اس میں قساوت پیدا ہوتی ہے اور بالآخر انسانی بستیوں میں بگاڑ آتا ہے اور جب دلوں میں سدھار آتا ہے تو انسانیت اپنی فلاح و بہبود اور کامرانی کو پہنچ جاتی ہے۔

پیغمبر اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی دور میں مکہ معظمہ کا کیا عالم تھا، وہ ہم آپ بخوبی جانتے ہیں۔ مثلاً شرک، بت پرستی، زناکاری، بدکاری، قتل و غارت گری، لڑکیوں کو زندہ درگور کردیا جاتا، قمار بازی وغیرہ کی ارزانی، یہ فہرست کافی طویل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی دلوں سے اپنی دعوت و محنت کی بنیاد رکھی، آپ نے لوگوں کے دلوں کو اپنی محنت کا میدان بنایا، جب انسانی قلوب اللہ کی محبت، عظمت، کبریائی، پاکی اور خوف سے لبریز اور معمور ہوگئے تو ہر بھلائی اور خیر اس طرح انسانی معاشرہ میں وجود میں آگئی جس طرح موسلا دھار بارش کے بعد چہار طرف سبزہ اُگ آتا ہے۔

دل انسان کے جسم میں بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور باقی ماندہ اعضاء مانند رعایا کے ہیں۔ لہٰذا جب دل میں کوئی بات قرار پکڑتی ہے تو سارے اعضاء اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگ جاتے ہیں۔ داعی کا انسانوں کے قلوب سے اپنی محنت کا آغاز گویا بادشاہ سے براہ راست خطاب کرنا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذیل میں دی گئی ایک حدیث میں ہر زمانہ کے داعیوں کے لئے کام کے نقطۂ آغاز کے لئے واضح رہنمائی و اشارہ موجود ہے:

"سنو! جسم کے اندر گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، وہ درست ہو تو پورا جسم درست رہتا ہے، وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ سنو وہ دل ہے۔"

یہی دل جس سے سارے خیر اور اصلاح و فلاح کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے، کل قیامت کے دن اللہ کو اس کی ربوبیت، پاکی، کبریائی وغیرہ سے متصف مطلوب ہے۔ جب محنت کرکے دل کو ہر قسم کی بُرائیوں کبر، حسد، جلن، بغض، کینہ، طمع، حرص، حب جاہ، حب مال وغیرہ سے پاک و صاف کرلیا جاتا ہے اور اس میں اللہ و رسول کی محبت، یقین، توکل، تعلق بھروسہ، احسان، عجز و انکساری، تواضع وغیرہ صفات پیدا کرلی جاتی ہیں تو یہ دل، قلب سلیم بن جاتا ہے۔ اب یہ دل وہ دل بن جاتا ہے جو بندہ سے اللہ تعالیٰ کو عین مطلوب ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۸۸، ۸۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، مگر وہ جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آئے۔"

آج ہر قسم کا بگاڑ عام ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری تنظیمیں بُرائی کے طوفان کا مقابلہ کرنے میں بُری طرح ناکام ہوچکی ہیں۔ انہوں نے بگاڑ کی اصلاح کے لئے مختلف اسکیمیں، پروگرام، مہم، اشتہارات، قانون، قاعدوں اور ضابطوں کی دھوم مچائی ہے۔ مختلف اچھائیوں کو جاری و ساری کرنے اور بُرائیوں کو دور کرنے کے لئے دن اور ہفتہ منائے جارہے ہیں۔ مثلاً یوم تعلیم، ایڈز مخالف دن، رشوت مخالف قسم و حلف، منشیات مخالف دن، لڑکیوں کو رحم مادر میں نہ ختم کرنے کی مہم وغیرہ، مگر یہ ساری محنتیں اور کوششیں ایسی ہیں، جیسے کہ ایک زوال پذیر درخت کی جڑ کو مضبوط نہ کرتے ہوئے اس کے پتوں اور تنوں کو پانی اور کھاد پہنچانا اور ظاہر ہے کہ ایسی کوئی بھی کوشش کبھی بھی کامیاب ہونے والی نہیں۔

مسلمان من حیث القوم حامل قرآن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے آخری محفوظ و موجود کلام، احکام، منشاء کے جاننے اور ماننے والے ہیں، مگر یہ ایک تکلیف دہ حقیقت ہے کہ وہ خود عمل سے کوسوں دور ہیں، اپنی محنت کا آغاز کرتے ہوئے بُرائیوں سے پاک اور ہر خیر و بھلائی سے آراستہ ایسا معاشرہ وجود میں لائیں کہ انسانی فطرت خود پکار اٹھے کہ جو زندگی ہمیں مطلوب ہے وہ بلاشبہ اہل ایمان کے پاس ہے، اور وہ ان سے کہہ اٹھیں کہ آپ ہمیں بھی اپنے جیسا بنالو، مگر چونکہ تقویٰ سارے امور کی جڑ ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اہل ایمان اپنے عمل کا آغاز قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے کریں جو پکار پکار کر دل میں تقویٰ پیدا کرنے کی دعوت دے رہی ہے۔

"کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت کے آگے جھک جائیں اور اس حق کے آگے جو نازل ہوا ہے۔"

(الرعد:۱۹) ☆☆

جاوید احمد غامدی

سیاق وسباق کے آئینہ میں

تیرہویں قسط

حضرت مولانا فضل محمد مدظلہ

تصویر سازی کی حرمت پر اجماع:

حدیث نبوی میں تصویر سازی پر جو شدید وعید آئی ہے، وہ ہر جاندار کی تصویر میں جاری ہے اور تمام امت جاندار اشیاء کی تصاویر کی حرمت پر متفق ہے، لیکن خدا غارت کرے اس مغربی تجدد کو کہ اس نے ایک متفقہ حرام کو حلال ثابت کرنا شروع کر دیا، اس ''فتنۂ اباحیت'' کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مرکز مصر اور قاہرہ تھا، چنانچہ آج سے نصف صدی پہلے قاہرہ کے مشہور شیخ محمد بخیت مطیعی نے جو شیخ الازہر بھی تھے ''إباحة الصور الفو تو غرافية'' کے نام سے ایک رسالہ تالیف کیا تھا، جس میں انہوں نے کیمرے کے فوٹو کے جواز کا فتویٰ دیا تھا، اس وقت عام علماء مصر نے ان کے فتویٰ کی مخالفت کی، حتیٰ کہ ان کے ایک شاگرد رشید علامہ شیخ مصطفیٰ حمامی صاحب نے اپنی کتاب ''النهضة الإصلاحية للأسرة الإسلامية'' میں اس پر شدید تنقید کی اور اس کتاب میں صفحہ: ۲۶۰ سے صفحہ: ۲۶۸ اور صفحہ: ۳۱۰ سے صفحہ: ۳۲۸ تک اس پر بڑا بلیغ رد لکھا، ایک جگہ وہ لکھتے ہیں: ''تمام امت کے گناہوں کا بار شیخ کی گردن پر ہوگا کہ انہوں نے تمام امت کے لیے شر اور گناہ کا دروازہ کھول دیا''۔ اسی زمانہ میں حضرت مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کے قلم سے ماہنامہ ''معارف'' میں ایک طویل مقالہ شیخ مطیعی کے رسالہ کی روشنی میں نکلا، اس وقت امام العصر مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی اور اس مضمون سے واقف ہوئے تو آپ کی تحریک پر آپ کے تلامذہ میں سے حضرت مولانا محمد شفیع صاحب نے ماہنامہ ''القاسم'' میں (جو دار العلوم دیوبند کا ماہنامہ تھا) اس پر تردیدی مقالہ شائع فرمایا۔ وہ مقالہ حضرت شیخ کشمیری رحمہ اللہ کی راہنمائی میں مرتب ہوا، جسے بعد میں ''التصوير لأحكام التصاوير'' کے نام سے حضرت مفتی صاحب نے شائع فرمایا۔''

یہ واضح رہے کہ حضرت سید سلیمان ندوی صاحب موصوف مرحوم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری سالوں میں جب کہ آپ کی عمر مبارک ساٹھ تک پہنچ چکی تھی، جن چند مسائل سے رجوع فرمایا تھا ان میں فوٹو کے جواز کے مسئلہ سے بھی رجوع فرمایا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد جیسے ''آزاد'' صاحبِ قلم نے اگر چہ ذوالقرنین کو سائرس بنا کر اس کے مجسمہ کا فوٹو (اپنی تفسیر) ترجمان القرآن میں شائع کیا تھا، لیکن بعد میں اسے ''ترجمان القرآن'' کے تمام نسخوں سے نکال کر تصویر کے حرام ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

الغرض نہ صرف ہمارے اکابر بلکہ تمام فقہائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ فوٹو حرام ہے۔ البتہ پاسپورٹ وغیرہ ضروریات کے لیے نصف چھوٹے فوٹو کو اس سے مستثنیٰ کرنا ہوگا، اس کا گناہ ان لوگوں کے ذمہ ہے جن کی طرف سے یہ مجبوریاں عائد کی گئیں ہیں۔ اس لیے یہ واضح رہے کہ میرا مسلک یہی ہے کہ فوٹو بلا ان خاص ضرورتوں کے ناجائز اور حرام ہے۔ اگر میری بے خبری میں، چالاکی سے کسی نے فوٹو لے لیا تو اس کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔ اگر چہ اس ملعون فن سے اسلامی معاشرہ میں نفرت عام نہیں رہی، ناواقف عوام اسے معمولی اور ہلکی چیز سمجھنے لگے ہیں اور کچھ لوگ تو اس کے جواز کے لیے بھی حیلے بہانے تراشنے لگے ہیں۔ لیکن کون نہیں جانتا کہ کسی معصیت کے عام ہونے یا عوام میں رائج ہونے سے وہ معصیت ختم نہیں ہو جاتی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے کسی چیز کو جب حرام قرار دے دیا تو اس کے بعد خواہ سو بہانے کیے جائیں، مگر اس کے جواز کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ آج کل سود، بیمہ اور اسی قسم کی بہت سی چیزیں جنہیں مغربی تہذیب وتمدن کی بددینی نے جنم دیا ہے ہمارے جدید تمدن میں گھس آئی ہیں اور اب پوری طرح ان کا رواج ہے۔ لیکن کون مسلمان ہوگا جو یہ کہنے کی جرأت کرے کہ یہ سب جائز ہیں؟ ہاں یہ ممکن ہے کہ گناہ میں عموم بلویٰ کی وجہ سے آخرت کی سزا میں کچھ تھوڑی بہت تخفیف ہو جائے، اس کا علم حق تعالیٰ ہی کو ہے۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے قرب قیامت کی وجہ سے اس تیزی سے فتنوں پر فتنے اٹھ رہے ہیں کہ ایمان کی سلامتی مشکل ہو رہی ہے اور اعمال صالحہ کی توفیق سلب ہوتی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ایک مصوری کے پیٹ سے کیسے کیسے فتنے پیدا ہوں گے، شریعت محمدیہ نے ابتداء سے فرمادیا تھا:

''إن أشد الناس عذابا یوم القیامة المصورون۔'' (صحیح مسلم ج:۲ ص:۲۰۱)

ترجمہ: ....''یعنی سخت عذاب قیامت کے دن صورت بنانے والوں کو ہوگا۔''

اور کبھی یہ فرمایا کہ: ''ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اس میں روح پھونکو۔'' اور کبھی یہ ارشاد فرمایا کہ: ''جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔'' اور کہیں یہ فرمایا کہ:

"صورت سازی حق تعالیٰ کی خالقیت کی نقل کرنی ہے۔" وغیرہ وغیرہ۔

تصویر کے معاملہ میں شریعت محمدیہ کی سختی کی وجہ:

تصویر کے معاملہ میں اس شدت کی بنیاد درحقیقت یہ ہے کہ دین اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے، یعنی حق تعالیٰ کی وحدانیت کا بہ دل وجان اقرار کرنا خواہ توحید ذات الٰہی کی ہو یا توحید صفات الٰہی کی ہو یا توحید افعال الٰہی کی ہو، اسلام میں کسی قسم کا شرک قابل برداشت نہیں، اس لیے ابتدا ہی سے شریعت نے تمام اسباب شرک پر جن میں تصویر بھی شامل ہے، شدید پابندی لگادی۔ اسی لیے میں نے کہا کہ یہ کوئی معمولی گناہ نہ تھا، لیکن اس وقت جب کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک کے ذریعہ یہ اعلان کرایا تھا اور یہ احکام نازل فرمائے تھے، خیال بھی نہیں گزر سکتا تھا کہ آئندہ چل کر یہ فتنہ کتنے عظیم الشان فتنوں کا ذریعہ بنے گا۔

تصویر اور اس کے گندے اور فتنہ انگیز نتائج:

آج اسی مصوری کی وجہ سے حسن وجمال کی نمائش ہوتی ہے اور اسی تصویر سازی کی وجہ سے بے حیا قوموں کی عورتوں کے عریاں فوٹو بداخلاقی، بداطواری اور خدا فراموش زندگی کا ذریعہ بن چکے ہیں۔ یہی لعنت شہوانی وحیوانی جذبات بھڑکانے کا سبب ہے۔ اسی لعنت کی وجہ سے کتنے معصوموں کا خون بہہ رہا ہے اور کتنی جانیں تلف ہورہی ہیں اور خودکشی کی کتنی وارداتیں ہورہی ہیں۔ تھیٹر اور سینما کے پردوں پر اسی مصوری کی وجہ سے بے حیائی کے مظاہر اور روح فرسا مناظر سامنے آرہے ہیں۔ اسی فتنہ کی وجہ سے نہ کسی کی آبرو محفوظ ہے، نہ تہمت تراشی سے کوئی بچ سکتا ہے۔ کسی کا سر اور کسی کا دھڑ لے کر جو چاہے کرشمہ سازی دکھلائے۔ کسی کو بدنام کرنا ہو، اس کے بالائی بدن کی صورت لے کر کسی طوائف کے عریاں فوٹو میں پیوند لگا کر جو چاہے کرلیجئے۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ایک بڑی قوی اسلامی مملکت کی تباہی و بربادی اور اس کے حکمران کی جلاوطنی میں یہی فتنہ ایک مؤثر عامل ثابت ہوا ہے۔ اس قسم کی عریاں تصویروں کے ذریعہ ملک میں ان کی بداخلاقی و بے حیائی و بے دینی کا پروپیگنڈہ کیا گیا اور بدنامی کی انتہا کردی گئی اور آخر تخت وتاج سے محرومی کا باعث بنا۔ افسوس کہ واقعہ کی پوری تفصیل سے معذور ہوں۔ الغرض اس فتنے کے کرشموں سے نہ دین محفوظ ہے نہ اخلاق، نہ کسی کی جان محفوظ ہے نہ کسی کا ایمان، نہ آبرو محفوظ ہے نہ کسی کی عصمت۔ فواحش ومنکرات کی اشاعت میں مصوری کا اتنا بڑا دخل ہے کہ اسی کی وجہ سے تقویٰ وطہارت وپاکیزہ زندگی کی بنیادیں ہل گئیں، لیکن آج کل کی اصطلاح میں یہ ثقافت اور آرٹ ہے، اور غضب یہ کہ اس کو "اسلامی آرٹ" کا نام دیا جاتا ہے:

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست!

تھیٹر، سینما اور یہ فلمیں جن سے آج معاشرہ ہلاکت کے کنارے پہنچ گیا ہے، یہ تمام اسی مصوری کی بدولت ہے اور یہ فتنہ اتنا عام ہوگیا ہے کہ مسجدیں جو خالص عبادت گاہیں ہیں، وہ بھی اس سے محفوظ نہیں۔ نکاح کی محفلوں سے مقامات مقدسہ تک، ہر جگہ یہ فتنہ پہنچ گیا ہے۔ بعض وہ حکومتیں جو اسلامی قانون جاری کرنے کی مدعی ہیں اور وہ جن کا دعویٰ اتباع سنت ہے، ان کے ہاں یہ فتنہ اس قدر شباب پر ہے اور آب وتاب سے ہے کہ "الامان والحفیظ" بہر حال یہ فتنہ اتنا عالمگیر ہوگیا ہے کہ نہ مسجد بچی نہ مدرسہ، نہ اسلامی ملک بچا نہ صالح مسلمان بچے۔" (دور حاضر کے فتنے، ص:۳۵-۵۵)

> **حدیث نبوی میں تصویر سازی پر جو شدید وعید آئی ہے، وہ ہر جاندار کی تصویر میں جاری ہے اور تمام امت جاندار اشیاء کی تصاویر کی حرمت پر متفق ہے**

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا پُرمغز، پُرسوز اور دلدوز کلام یہاں پر مکمل ہوا۔ اس کلام کے بعد بھی اگر کوئی شخص تصاویر میں تقسیم کرتا ہے کہ باعث فساد تصاویر عارضی طور پر از روئے قضا ممنوع ہیں۔ اصلاً ان میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے، وہ شخص پرلے درجے کا بے دین اور بے عقل ہے، کیونکہ وہ خالص مفسد چیز میں سے مصلح چیز کو برآمد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ غامدی صاحب کی گمراہی کو ذرا دیکھیں، کہتے ہیں کہ: "بعض حالات میں تصاویر کی جو حرمت اور ممانعت ہے وہ شریعت کی طرف سے نہیں، بلکہ قضاء قاضی کی طرف سے ہے۔" یعنی مصلحتاً ایک آدمی کا اپنا فیصلہ ہے، اندازہ لگالیجئے! غامدی صاحب شریعت کے ایک حرام حکم کو کس دیدہ دلیری سے حلال کہتے ہیں اور اس کو اپنے منشور کا دفعہ بناتے ہیں۔ تصویر سے متعلق غامدی کا نظریہ کفر کی سرحدوں کو چھورہا ہے۔ غامدی صاحب کے منشور کو چھیڑنے اور اس کے الگ الگ دفعات پر لکھنے سے مجھے یہ خوشی ہورہی ہے کہ اس کے ضمن میں تصویر کشی، فوٹو سازی اور موسیقی پر بھرپور کلام ہورہا ہے اور طلبہ وعلماء کے سامنے دین اسلام کا ایک ایک حکم واضح ہورہا ہے، خاص کر حضرت بنوری رحمہ اللہ کا عظیم مقالہ منظر عام پر آرہا ہے۔ (جاری ہے)

انڈونیشیا میں قادیانیوں کی عبادت گاہ سیل

آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کو پیغمبر قرار دینے پر اسلامی تنظیم کے سینکڑوں کارکنان نے عمارت کا گھیراؤ کرلیا تھا۔

پولیس نے اسلامک ڈیفینڈر فورم کی شکایت کا نوٹس لیتے ہوئے معبد خانے پر تالا ڈال دیا۔ حکام کی جانب سے مرزائیوں کا واویلا مسترد

نذرالاسلام چوہدری

انڈونیشیا میں قادیانیوں کی عبادت گاہ سیل کردی گئی۔ جمعہ کے روز قادیانی جماعت کی جانب سے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی قرار دینے پر مسلمان نوجوانوں کی تنظیم کے سینکڑوں کارکنان نے مرزائیوں کی عبادت گاہ کا گھیراؤ کرلیا تھا۔ اس موقع پر مسلمان نوجوانوں نے گستاخانہ عقائد کا پرچار کرنے والوں کو نکال باہر کیا۔ جبکہ ''اسلامک ڈیفینڈر فورم'' نے انتظامیہ کو بھی کال کر کے مرزائیوں کی ناپاک جسارت کی اطلاع دے دی تھی۔ اس پر پولیس کی بھاری نفری نے موقع پر پہنچ کر قادیانیوں کے معبد خانے پر تالا ڈال دیا۔

دوسری جانب قادیانی جماعت نے مظلومیت کا ڈھونگ رچاتے ہوئے اس اقدام کو ''انسانی حقوق'' کی خلاف ورزی قرار دینے کی کوشش کی، تاہم انڈونیشی حکام نے یہ واویلا مسترد کردیا ہے۔ انڈونیشی جریدے ٹریبون نیوز وارتو کارتا کی رپورٹ کے مطابق پولیس نے قادیانی جماعت کو وارننگ دی ہے کہ اگر آئندہ انہیں اس قسم کی شکایت موصول ہوئی تو گستاخانہ عقائد کا پرچار کرنے والوں کو گرفتار کرلیا جائے گا۔ واضح رہے کہ آئین کے تحت انڈونیشیا میں بھی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جاچکا ہے۔ لیکن کچھ جنوبی ریاستوں میں قادیانی مشنری خود کو مسلمان مبلغ ظاہر کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دینے میں سرگرم ہے۔ جریدے کے مطابق قادیانی جماعت کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی وضع قطع بنا کر گمراہ کیا جائے۔

اسی مذموم مقصد کے تحت ضلع وارگا بوکیت دوری میں قادیانیوں نے ایک عبادت گاہ تعمیر کر کے اسے ''مسجد'' قرار دیا اور اپنے گمراہ کن عقائد کا پرچار شروع کردیا۔ انڈونیشی ذرائع ابلاغ کے مطابق مذکورہ معبد خانے میں جمعہ کے روز ''خصوصی درس'' کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس دوران عمارت کو مسجد سمجھ کر ''نماز جمعہ'' ادا کرنے آنے والے سادہ لوح افراد کو چرب زبان مرزائی خطیب قائل کرنے کی کوشش کرتے کہ آنجہانی مرزا غلام احمد (استغفراللہ) نبی تھا اور قادیانیوں کے موجودہ سرغنہ مرزا مسرور کی ''بیعت'' پر راغب کیا جاتا۔

مقامی میڈیا کا کہنا ہے کہ ان مذموم سرگرمیوں کی اطلاع جب اسلامک ڈیفینڈر فورم کے عہدیداروں کو ملی تو انہوں نے اس فتنے کی سرکوبی کا فیصلہ کرلیا۔ اس حوالے سے چند کارکنان کو جمعہ کے روز قادیانی عبادت گاہ بھیجا گیا، جہاں انہوں نے مرزائیوں کی تمام سرگرمیاں نوٹ کیں اور تنظیم کے رہنماؤں کو سگنل دے دیا، کچھ ہی دیر بعد اسلامک ڈیفینڈر فورم کے سینکڑوں کا کارکنان اور مقامی مسلمانوں نے معبد خانے کا گھیراؤ کر کے قادیانی مشنری کو نکال باہر کیا۔ ادھر قادیانیوں کے ترجمان جریدے ''احمدیہ ٹائمز'' نے مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہوئے لکھا ہے کہ مسلمان نوجوانوں کی تنظیم نے ''غنڈہ گردی'' کا مظاہرہ کیا اور ''مسجد'' پر ہلہ بول کر ''نمازیوں'' کو مار بھگایا۔ جبکہ پولیس نہ صرف خاموش تماشائی بنی رہی، بلکہ اس نے ''مسجد'' کو سیل بھی کردیا۔ دوسری طرف ضلعی پولیس کے کمشنر Ketut Sudarma نے قادیانیوں کا واویلا مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ عبادت خانے کے حوالے سے پہلے بھی اطلاعات تھی کہ یہاں مرزائی خطیب خود کو مسلمان قرار دیتے ہوئے گستاخانہ عقائد کا پرچار کرتے ہیں۔ تاہم اس بار پولیس کو چشم دید گواہوں نے ٹھوس شواہد پیش کرتے ہوئے شکایت درج کرائی۔ چنانچہ ''مسجد'' کے نام پر قائم قادیانیوں کی عبادت گاہ کو سیل کردیا گیا ہے۔ انڈونیشی پولیس کمشنر کے مطابق اگر موقع پر موجود سینکڑوں مسلمان نوجوان چاہتے تو قادیانی مشنریوں کو جان سے مار سکتے تھے، لیکن انہوں نے قانون پسند شہری ہونے کا ثبوت دیا۔ لہٰذا قادیانیوں کی جانب سے مظلوم بننے کی کوشش سفید جھوٹ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ قادیانی عبادت گاہ کے قریب رہائش پذیر ایک مسلمان ٹیچر شاکر کا کہنا ہے کہ کچھ عرصے قبل چند قادیانیوں نے ایک عمارت تعمیر کر کے ظاہر کیا تھا کہ وہ مسلمان مبلغ ہیں اور ضلع کے غریب افراد کے لئے انہوں نے ''مسجد'' بنائی ہے، لیکن الحمدللہ! ان بدباطنوں کا پردہ چاک ہوا۔ ادھر اسلامک ڈیفینڈر فورم کے رہنماؤں نے عزم ظاہر کیا ہے کہ پورے انڈونیشیا میں قادیانی مشنری کا تعاقب کر کے ان کے مکروہ عزائم ناکام بنائیں گے۔

(روزنامہ امت کراچی، ۱۲؍جون ۲۰۱۵ء)

تحریکِ ختم نبوت..... آغاز سے کامیابی تک

قسط:۳٦

سعود ساحر

اسی کتاب کے صفحہ ۷۰۔ اے پر امرتسر کے جلسے کا حال بھی اس طرح لکھا ہے:

''لیکن جب ایک دفعہ عوام کو اکسا دیا گیا تو پھر ان کو روکا نہیں جا سکتا تھا، ہیجان بڑھتا چلا گیا اور پولیس کی کوشش کے باوجود اسے دبایا نہ جا سکا۔ آخر کار یہی مناسب سمجھا گیا کہ مسیح موعود اپنی جگہ بیٹھ جائے، ایک دوسرے شخص کو نظم پڑھنے کے لئے بلایا گیا، اس پر سامعین خاموش ہوگئے۔ پھر مسیح موعود اپنی تقریر جاری رکھنے کے لئے دوبارہ کھڑا ہوا، لیکن مولویوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ جب مسیح موعود نے تقریر شروع کرنے کی کوشش کی تو مولویوں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا اور ڈائس کی جانب حملہ آور ہوئے، پولیس نے لوگوں کو روکنے کی کوشش کی، مگر ہزاروں کو روکنا پولیس کے بس کی بات نہ تھی۔ عوام کے ہجوم نے جلسہ گاہ پر قبضہ کر لیا، جب پولیس کو اپنی بے بسی کا اندازہ ہوگیا تو انہوں نے مسیح موعود کو مطلع کیا کہ اب وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی۔ یہ میری رائے ہے کہ پولیس والے اپنا فرض منصبی ادا کرنے سے قاصر تھے، ان میں کوئی یورپین پولیس والا نہیں تھا، تمام پولیس والے انڈین (ہندوستانی) تھے، یہ سب کے سب بلوائیوں کے ساتھی تھے۔ مسیح موعود کے خلاف مذہبی نفرت رکھتے تھے اور اس کی تقریر کے خاتمے کے خواہش مند تھے۔ اس پر مسیح موعود نے تقریر کو ادھورا چھوڑ دیا، لیکن اس سے بھی لوگوں کا شوروغوغا کم نہ ہوا۔ لوگ بدستور جلسہ گاہ سے ڈائس کی طرف مسلسل بڑھتے رہے اور نقصان پہنچانے کی کوشش میں تھے۔ اس پر پولیس انسپکٹر نے مسیح موعود سے درخواست کی کہ وہ پچھلے کمرے میں چلا جائے اور ایک سپاہی کو بگھی لانے کے لئے بھیجا۔ اس دوران پولیس والے لوگوں کو اس کمرے کی جانب جانے سے روکتے رہے، بگھی کو دروازے کے قریب لایا گیا اور مسیح موعود اس میں بیٹھا۔ خدا کی مہربانی سے ہم میں سے کوئی زخمی نہ ہوا۔ صرف ایک پتھر کھڑکی سے ہوتا ہوا میرے چھوٹے بھائی مرزا بشیر احمد کے ہاتھ پر لگا۔ جب سے پتھر ان پولیس والوں کو لگے جو بگھی کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے، پھر پولیس نے ہجوم کی پٹائی کی اور انہیں منتشر کر دیا۔ پولیس والے بگھی کے آگے پیچھے ہوگئے، کچھ چھت پر چڑھ گئے اور اس طرح تیزی میں بگھی کو مسیح موعود کی قیام گاہ تک پہنچایا۔ لوگ اس قدر بپھرے ہوئے تھے کہ پولیس کی مار کٹائی کے باوجود کافی دور تک بگھی کے تعاقب میں گئے۔ دوسرے روز مسیح موعود قادیان روانہ ہوگیا۔''

اب جناب والا! میں اس کتاب کے صفحہ ۶۱ سے ایک پیراگراف پڑھوں گا کہ مرزا غلام احمد کی موت کے دن کیا واقعہ پیش آیا:

''انتقال کے نصف گھنٹے کے اندر لاہوری عوام کا ہجوم اس مکان کے سامنے جمع ہوگیا، جس میں میت رکھی ہوئی تھی اور خوشی کے ترانے گانے شروع کر دیئے، اس طرح اپنے دلوں کی تاریکی کا مظاہرہ کیا، کچھ لوگوں نے بھونڈے طور پر ناچنا شروع کر دیا، جس سے ان کی فطری کمینگی ظاہر ہوتی ہے۔''

قادیانی مسئلے پر قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں اٹارنی جنرل محترم یحیٰی بختیار کا خطاب جاری ہے۔

''جناب والا! مجھے افسوس ہے کہ میں نے ان جلسوں کا جن میں مرزا غلام احمد نے خطاب کیا، ذکر کرنے میں کافی وقت لیا۔ سوائے ایک جلسے کے، جس میں اس نے اسلام کے تحفظ کے لئے عیسائیوں سے مناظرہ کیا۔ مرزا غلام احمد نے جب کبھی بھی اپنے دعویٰ نبوت کا پرچار کرنا چاہا کوشش کی تو اسے شدید مخالف قسم کے عوام کا سامنا کرنا پڑا اور وہ پولیس کی حفاظت کے بغیر ایک جلسے کو بھی خطاب نہ کر سکا۔ پولیس بھی وہ جو کہ یورپین افسروں اور جوانوں پر مشتمل تھی، جب میں نے مرزا غلام احمد کی موت کے موقع پر خوشی کے ترانوں کا ذکر کیا تو میرا مقصد معزز اراکین کی توجہ اس پیشگوئی کی طرف دلانا تھا جو مرزا غلام احمد نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کے متعلق

کی تھی۔ لوگوں نے جان لیا کہ مرزا غلام احمد کی بددعا کا اثر اس کی اپنی ذات پر ہوا۔

جناب والا! ردعمل کیا ہوا؟ یہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، ایسا کیوں ہوتا تھا کہ جہاں کہیں وہ (مرزا غلام احمد) جاتا، عوام کا مخالف ہجوم اس کا تعاقب کرتا۔ وجوہ بالکل عیاں ہیں۔ اس شخص (مرزا غلام احمد) نے مسلمانوں کے بنیادی عقائد کے خلاف بغاوت کی تھی، پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد مرزا غلام احمد خود بھی فسادی بن گیا۔ وہ گالی گلوچ اور لعن طعن سے بھرپور زبان استعمال کرتا رہا، تفصیل سے قطع نظر اس کے دو پہلو ہیں۔ پہلا یہ کہ جب اس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تو فطری طور پر اعتقاد اور ایمان کا سوال تھا۔ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق اگر کوئی شخص خدا کے سچے نبی کو نہ مانے تو وہ کافر قرار پاتا ہے، ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ان تمام نبیوں پر ایمان لائے جن کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے۔ مرزا غلام احمد کا دعویٰ تھا کہ اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے کہ وہ نبی ہے، اس لئے اس کا کہنا تھا کہ جو اس نبی کو نہیں مانتے وہ کافر ہیں۔ مسلمانوں کا کہنا تھا کہ چونکہ مرزا غلام احمد خود ساختہ نبی ہے، اس نے جھوٹا دعویٰ کیا ہے، وہ کذاب اور دجال ہے، یہ ہے وہ بات جس سے شدید قسم کی تکرار اور عیسائیوں کے جوابی حملے شروع ہوئے، کیونکہ وہ خود کو مسیح موعود کہتا تھا اور مسلمانوں کی طرف سے اس لئے کہ وہ نبی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ جناب والا! مرزا غلام احمد نے (اپنے بارے میں) کہا کہ:

”جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا وہ تیرا مخالف رہے گا، وہ خدا اور رسول کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات، ج:۳، ص:۲۷۵)

”مسلمانوں نے مجھے قبول کیا اور میری دعوت کی تصدیق کرلی، مگر..... اور بدکار لوگوں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔“ یہ اقتباس روحانی خزائن جلد۵ کے صفحہ ۵۴۷، ۵۴۸ سے ہے۔ یہاں میں مرزا ناصر کے ساتھ پورا انصاف کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے لفظ بغیۃ کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ اس کا مطلب باغی ہے نہ کہ بدکار عورت! اس طرح اس کا ترجمہ باغی کی اولاد ہوگا، نہ کہ بدکارہ کی اولاد اور مرزا ناصر کے مطابق مرزا غلام احمد کا یہی مدعا تھا۔

لیکن ہمارے علماء اس وضاحت کو نہیں مانتے، ان (ہمارے علماء) کا کہنا ہے کہ اس لفظ کو مرزا غلام احمد نے فاحشہ اور بدکار عورتوں کے حوالے سے بار بار خود استعمال کیا ہے، دوسری بات جس سے اس نے انکار نہیں کیا، وہ (روحانی خزائن ج:۱۴، ص:۵۳) پر یہ عبارت ہے:

”بلاشبہ تمہارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی بڑھ گئی ہیں۔“

یہاں مرزا ناصر نے یہ بتانے کی کوشش کی کہ یہ مسلمانوں کے بارے میں نہیں کہا گیا، بلکہ عیسائیوں کے متعلق ہے۔ میں پورے احترام کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ ایک نبی کی زبان ہوسکتی ہے؟ خواہ وہ عیسائیوں یا ہندوؤں یا کسی اور کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ میں مزید کچھ عرض نہیں کرنا چاہتا، ایسی زبان استعمال کرنے کا کوئی جواز نہیں، بالکل نہیں! پھر روحانی خزائن ج:۹، ص:۳۱ پر کہتا ہے:

”جو شخص ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا، اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔“

درحقیقت یہی زیادہ نازیبا، اشتعال انگیز اور فتنہ اٹھانے والی بات تھی کہ ایک ایسا شخص جو اپنے آپ کو ”عین محمد“ اور حضرت عیسیٰ سے بہتر ہونے کا دعویدار ہو، وہ اپنے مخالفین خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی، ان کے لئے ایسی زبان استعمال کرے۔ مرزا غلام احمد کا دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے تمام کمالات کا مظہر اس کی ذات کو بنایا تھا اور یہی ہیں وہ ”کمالات“ جن کا مظاہرہ مرزا غلام احمد نے کیا۔ جناب والا! یہی دور تھا کہ مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰ کی کھلی توہین شروع کردی، پہلے اس نے حضرت عیسیٰ سے برتری کا دعویٰ کیا (روحانی خزائن، ج:۸، ص:۲۴۰) پر یہ شعر موجود ہے:

صحیح علاج

صدر ایوب خان کے دور میں واہ کے آرڈی نینس کمپلیکس کی تعمیر کی گئی تو چین کے ایک وفد نے دورہ کیا اور انہوں نے دورے کے دوران عمارت کو ٹپکتے ہوئے پایا، میزبان نے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ عمارت ابھی نئی نئی بنی ہے، اس لئے ٹپک رہی ہے تو چین کے ایک رکن نے ہنستے ہوئے کہا کہ شروع شروع میں ہماری عمارتیں بھی ٹپکتی تھیں، لیکن ہم نے ایک ٹھیکیدار کو گولی ماردی، اس کے بعد سے چھت نئی ہو یا پرانی کبھی نہیں ٹپکتی۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو!
اس سے بہتر غلام احمد ہے

مرزا ناصر نے وضاحت کی، یہ مرزا غلام احمد نے اپنے بارے میں نہیں، بلکہ غلام احمد یعنی حضرت محمدؐ کے غلام کے بارے میں کی تھی۔ ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تمام انبیاء واجب الاحترام ہیں، تمام انبیاء برابر ہیں، کیونکہ وہ سب اللہ کے پیغمبر ہیں، لیکن ایک یہ شخص مرزا غلام احمد ہے جو کہتا ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ سے بہتر ہے اور جواز یہ دیتا ہے کہ حضرت محمد کا ہر غلام حضرت عیسیٰ سے بہتر ہے۔ یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہے اور نہ ایسے عقیدے کا کوئی جواز ہو سکتا ہے، لیکن مرزا غلام احمد آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ: ''خدا نے اس امت میں مسیح بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔'' پھر (حقیقت الوحی، ص:۱۵۲ اور روحانی خزائن، ج:۲۲، ص:۱۵۲) پر کہتا ہے: ''مجھے قسم ہے اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ میں ظاہر ہو رہے ہیں، ہرگز نہ دکھلا سکتا۔'' چلئے وہ حضرت عیسیٰؑ پر برتری کا لغو دعویٰ کرتا ہے لیکن ادبی لحاظ سے ایک عمدہ شعر بھی کہتا ہے۔ امید ہے کہ میں غلط نہیں کہہ رہا۔

ایک منم کہ حسب بشارت آمدم
عیسیٰ کجا ہست پا بہ بند بمنبرم

یہ ازالۂ اوہام ص:۱۵۸، روحانی خزائن، ص:۱۸۰، ج:۳ کا حوالہ ہے۔ اب یہ شخص حضرت عیسیٰ پر برتری کی ان بلندیوں کو پہنچتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) اس کے منبر کے پائے تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ حالت یہ ہے کہ اس کے بعد وہ حضرت عیسیٰ کی دادیوں پر تنقید کرتا ہے، مجھے تو اس کی بات سمجھ میں نہیں آئی، تاہم وہ جواز یہ پیش کرتا ہے کہ اس زمانے میں چونکہ عیسائی حضرت محمدؐ کی ذات اطہر پر حملے کرتے تھے تو اس کے مقابلے میں مرزا غلام احمد اور اس وقت کے دیگر مسلم علماء نے جواب دیا۔ اس زمانے میں مرزا غلام احمد کی ایسی باتوں پر سخت تنقید کی گئی۔ ضمیمہ ''انجام آتھم'' ص:۷ اور روحانی خزائن ص:۲۹۱، ج:۱۱ پر کہتا ہے کہ: ''آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔'' پھر کہتا ہے کہ: چونکہ حضرت عیسیٰؑ کی نانیاں اور دادایاں فاحشہ تھیں، اس لئے جدی مناسبت سے وہ (حضرت عیسیٰؑ) فاحشہ عورتوں کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

(جاری ہے)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ
مکمل علاج، مکمل خوراک
قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام
فیصل
معجونِ قوتِ اعصاب زعفرانی
33 اجزاء کا اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پر کیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران	جائفل	ناگرموتھ	مغز بندق	آرو خرما	جوہر آہن
مصطگی	جلوتری	تج	مغز ہولہ	سنگھاڑا	کشتہ چاندی
مروارید	دارچینی	اکر	الائچی خورد	بیج کاکنج	شکوفہ اذخر
ورق طلاء	لونگ	مائیں	الائچی کلاں	بیج عشق پیچہ	33 اجزاء
ورق نقرہ	گوند کیکر	بڑ موگے	زنجبیل	مالجھ	
مغز چلغوزہ	مغز بادام	رس کپوری	بہمن سفید	گوند کتیرہ	

معجون تسکین دل
دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے
دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
جگر و معدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔
قیمت 1200 روپے
وزن 500 گرام

آب سیب	آب انار	آب ادرک	ورق نقرہ	تخم خرفہ
آب بہی	آب لیسن	شہد خالص	بہمن سفید	گاؤزبان
زعفران	مروارید	ورق طلاء	کشنیز	بادرنجبویہ
ابریشم	گل سرخ	گل نیلوفر	تخم کاہو	درونج عقربی
صندل سفید	طباشیر	آملہ	جوہر مرجان	مغز تربوز
گل دبی	الائچی خورد	کہربائی	بہمن سرخ	

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577
فیصل FOODS ستارہ پلازہ ڈی گراؤنڈ سپلیرز کالونی فیصل آباد

قادیانیت کے خلاف امتِ مسلمہ کے فتاوی جات کا مجموعہ

۳ جلدیں

فتاویٰ ختمِ نبوت

تحقیق وتخریج شدہ جدید ایڈیشن

ترتیب: حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہیدؒ

زیرِ نگرانی: مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ

تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام ومفتیانِ عظام کے وہ فتاویٰ جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کے کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے سے متعلق دیئے ہیں تحقیق وتخریج کے بعد انہیں یکجا شائع کیا گیا ہے۔

- ختمِ نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے حضرات ومبلغین کے لئے معین ومددگار
- لائبریریوں اور دارالافتاؤں کے لئے بیش بہا علمی خزانہ
- عمدہ کاغذ، جاذبِ نظر سرورق
- علماء وطلباء اور کارکنانِ ختمِ نبوت کے لئے خصوصی رعایت

صرف =/1000 روپے علاوہ ڈاک خرچ

اسٹاکسٹ: مکتبہ لدھیانوی ۱۸ اسلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن، کراچی

021-34130020, 0321-2115595, 0321-2115590

شائع کردہ: عالمی مجلسِ تحفظ ختمِ نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ۔ کراچی

021-32780337, 021-34234476